جولائی ۲۰۱۹ء

Rs.30/-

انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ

جریدہ حیاتِ نو دہلی

جامعة الصفة ورنگل

دیشائی پیٹ روڈ، ورنگل (تلنگانہ)

دعوت دین واقامت دین کیلئے ایک تعلیمی تحریک

الحمدللہ جامعۃ الصفہ ورنگل اپنے مقاصد کی تکمیل کا جہاں سولہواں سال مکمل کررہا ہے، وہیں پر تحریکی حلقوں میں بھی ایک معروف منفرد ادارے کی حیثیت حاصل کرچکا ہے۔ 2005 تا 2018 کے عرصے میں بفضلہٖ تعالیٰ 86 طلباء حفظ القرآن کی تکمیل کرچکے ہیں۔ جب کہ گذشتہ چھ برسوں میں 12 طلباء دستار فضیلت سے سرفراز ہوکر تحریک اسلامی کی سعی وجہد میں اپنا عملی کردار نبھا رہے ہیں۔

جامعہ کے شعبہ عالمیت میں چار سالہ اور فضیلت کا دو سالہ کورس رکھا گیا ہے، جس میں تشنگان علم وخادمان دین اپنے علم کی پیاس بجھا رہے ہیں تاکہ معاشرے میں وہ اپنا منصبی فریضہ ادا کرسکیں۔ کوشش کی جارہی ہے کہ فارغین جامعہ میں دین کی صحیح فکر، اقامت دین کی تڑپ، عصری علوم سے اتنی واقفیت، مہارت، بصیرت پیدا کی جائے کہ وہ زمانے کے ہر چیلنج کا مطلوبہ اسلوب میں مقابلہ کرسکیں۔ جامعہ میں اس وقت ریاست تلنگانہ وآندھرا پردیش کے مختلف اضلاع کے علاوہ دیگر کچھ مقامات کے طلباء بھی زیر تعلیم ہیں اور تقریباً سارے ہی طلباء دارالاقامہ میں مقیم ہیں۔ ان کی رہائش، طعام وتعلیم کے اخراجات اہل خیر حضرات کے تعاون وسرپرستی میں مکمل کئے جاتے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطائے فرمائے) طلباء کو انگریزی وعلاقائی زبان تلگو بھی پڑھائی جاتی ہے تاکہ وہ برادران وطن میں دعوت دین کا کام انجام دے سکیں۔ اس کے علاوہ جامعہ میں کمپیوٹر لیاب بھی موجود ہے۔ انشاءاللہ جامعہ کی دوسری منزل کی تعمیر اسی سال پیش نظر ہے۔ ادارے کا ماہانہ خرچ -/2,20,000 روپئے ہے۔ سالانہ اخراجات اور تعمیر کیلئے ادارہ دردمندان ملت کے بہی خواہاں تحریک سے دست تعاون کی امید بھی رکھتا ہے۔

نوٹ: کاکتیہ یونیورسٹی اور دیگر کالجوں میں اعلیٰ عصری علوم کے لئے شہر ورنگل آنے والے طلباء کی دینی واخلاقی تربیت اور بہتر رہائش کے علاوہ حصول تعلیم میں یکسوئی کے پیش نظر جامعۃ الصفہ کے ہاسٹل میں رہائش کی سہولتیں فراہم کی گئی ہیں۔ چنانچہ جامعہ کے ہاسٹل میں پروفیشنل کورس میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء مقیم ہیں۔ الحمدللہ اس کے اچھے اثرات مرتب ہورہے ہیں۔

تعاون کی شکلیں : شعبہ حفظ وعالمیت کے طلباء کی کفالت کیلئے سالانہ فی طالب علم -/20,000 ہزار روپئے ہے۔ اساتذہ وغیر تدریسی عملہ کی تنخواہوں کیلئے ماہانہ -/95,000 روپے اس کے علاوہ اور دیگر ضروریات۔۔۔۔

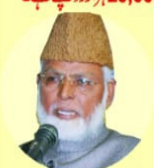

بانی وناظم جامعہ محمد خواجہ عارف الدین

پیغام عمل

طلباء کی ذہنی وفکری تربیت اور عملی جدوجہد کیلئے ناظم جامعہ جناب محمد خواجہ عارف الدین کی بعد نماز عشاء روز آنہ کی گئی فکری واصلاحی تقریروں کے مجموعے "پیغام عمل" (کتابی شکل) کو عام طور پر تحریکی حلقے میں کافی پسند کیا گیا ہے چنانچہ اب اس کا دوسرا ایڈیشن بھی شائع کردیا گیا ہے۔ جامعۃ الصفہ کے علاوہ مکتبہ اسلامی سب ڈپو چھتہ بازار، حیدرآباد سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ (قیمت -/150)

JAMIA-TUS-SUFFAH, H.No. 11-24-314, Deshaipet Road, Warangal. (T.S.) India
Phone : +91-870-2424576, Cell: +91-98490 04547,
A/c. No. 444351498, Indian Bank, Mandi Bazar, Warangal. IFSC : IDIB000W004

SUFFAH HIGH SCHOOL

27 YEARS

English Medium, Nursery to X Class

Mandi Bazar, Warangal 506002 (Telangana)

Providing Excellence in Education Since 27 Years

Suffah High School was established in the year 1991 and since 27 years providing excellence in school education. We provide the best infrastructure for the students to get modern education in an islamic environment. Preparing the students for their better future here and hereafter

Our Facilities

- Moral Education
- Play Way Learning
- Arabic Classes
- Digital Class
- Coputer Lab
- Science Lab

Mohd. Khaja Arifuddin
Founder & Chairman

Dr. Aziz Ahmed Ursi
Founder Sec & Correspondent

Contact us @ 91870-2424086, 9700054253 email: suffah.shs@gmail.com

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ

جریدہ حیاتِ نو

مدیر مسئول: سید راشد حامدی　　**مدیر اعزازی:** ڈاکٹر ضیاء الدین فلاحی

جلد: ۴، شمارہ: ۷، جولائی ۲۰۱۹ء/ شوال ۔ ذی قعدہ ۱۴۴۰ھ

مجلس ادارت

محمد اسماعیل فلاحی............نئی دہلی

زبیر ملک فلاحی............لکھنؤ

انیس احمد فلاحی............جامعۃ الفلاح

فی شمارہ:	اندرون ملک	۳۰/روپے
	بیرون ملک	۵/امریکی ڈالر
سالانہ زرتعاون:	اندرون ملک	۳۰۰/روپے
	بیرون ملک	۲۰/امریکی ڈالر
لائف ممبرشپ:	اندرون ملک	۵۰۰۰/روپے
	بیرون ملک	۳۰۰/امریکی ڈالر

- رجسٹرڈ ڈاک سے رسالہ منگانے کی صورت میں رجسٹری خرچ بذمہ خریدار ہوگا۔
- مقالہ نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

Printed, Published & Owned by Sayyed Rashid Hamdi ,F-9, Zeeshan Apartment, 1st Floor, Near Masjid Al-Habeeb, 40 FT Road, Shaheen Bagh, Jamia Nagar, Okhla, New Delhi-110025. **Printed at**: Ala Printing Press, 3636, Katra Dina Baig, Lal Kuan, Delhi-110006. **Published at**:F-9, Zeeshan Apartment, 1st Floor, Near Masjid Al-Habeeb, 40 FT Road, Shaheen Bagh, Jamia Nagar, Okhla, New Delhi-110025. **Editor: Ziauddin Falahi**

نقوشِ حیات

ادار یہ	ڈاکٹر ضیاء الدین فلاحی	۳
قرآن کا راستہ	اسماء عروج فلاحی	۷
اردو تراجمِ قرآن پر ایک نظر (۳۹)	ڈاکٹر محی الدین غازی	۱۲
جامعۃ الفلاح میں تدریس قرآن کا مثالی نصاب	ڈاکٹر ضیاء الدین فلاحی	۱۷
عدل اجتماعی	محمد اسامہ عظیم فلاحی	۲۹
پیارے ابا جان!	ابرار احمد فلاحی	۴۰
نقوعِ شاہترہ	حکیم شاہد بدر فلاحی	۴۸
بزمِ ادب	ضمیر اعظمی فلاحی	۶۱
تعارف وتبصرہ	ڈاکٹر عبدالرحمٰن فلاحی، عبدالحی اثری، ڈاکٹر مصعب گوہر	۶۳
جامعہ کے لیل ونہار	مصباح الباری فلاحی	۷۱

خط وکتابت وارسال زر کا پتہ

Zeeshan Apartment, F-9, 1st Floor, Near Masjid Al-Habeeb, 40 FT Road, Shaheen Bagh, Jamia Nagar, Okhla, New Delhi-110025

اداریہ

تربیتِ اطفال

میں اسلامی مکاتب اور ادباء کا کردار

تربیتِ اطفال اکیسویں صدی کے گارجین کا Concern بن چکا ہے۔ اسے آج کی مہذب دنیا میں Parenting سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ تربیت اطفال کی بنیادی ضرورت نے تمام طرح کی عصبیتوں اور حد بندیوں کو اپنی گرفت میں لے کر دنیا کے تمام سنجیدہ والدین کے لیے تربیت وتہذیب اطفال کے مسئلہ کو انتہائی سنجیدہ اور سنگین بنا دیا ہے۔ چنانچہ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ مغرب کے تھنک ٹینک نے 'کِنڈر گارٹن' کا جو تصور پیش کیا، اس کے نتیجے میں آج ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک کے گارجین اپنے نونہالوں کے کیریَر کے لیے جنون کی حد تک فکرمندی کا مظاہرہ کرتے نظر آرہے ہیں۔ ان کی ترجیح کا حال یہ ہے کہ عروس البلاد کے نامور کانوینٹ/اعلی پبلک اور معروف سرکاری اسکولوں میں داخلوں کو یقینی بنانے کے منصوبے اسی وقت سے شروع کردیتے ہیں جبکہ رحم مادر میں انہیں تخلیقی عمل کی امید جاگتی ہوئی محسوس ہونے لگتی ہے۔

اسلامی تہذیب نے مغربی ثقافت سے بہت پہلے تربیت اطفال کے سلسلے میں عملی اقدامات دنیاکے سامنے پیش کیے ہیں۔ مثلاً ساتویں صدی عیسوی میں تربیتِ اطفال پر مسلم تہذیب کی برکات کی جو مثالیں تاریخ میں محفوظ ہیں ان کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ: اچھی اولاد کی خواہش جگائی جاتی تھی، اچھے رشتوں کو تلاش کرنے کی آزادی دی جاتی تھی، خاندان کے استحکام کے لیے مشترک خاندان کے بالمقابل Nuclear فیملی کو ترجیح حاصل تھی، بامعنی نام رکھا جاتا، رسم اقراء کرائی جاتی اور اتالیق واستاذ کی نگرانی سے بہت پہلے خود والدین تربیت

وتہذیب کا حق ادا کرتے تھے وغیرہ۔ مغرب ومشرق کی Parenting کی تاریخ کا موازنہ انسانی عمرانیات کے متعدد قابل رشک پہلوؤں کی نشاندہی کرے گا۔ مثلاً یہ کہ جس اخلاق وتہذیب کی بات مغرب کرتا ہے وہ کوکھلی مورالیٹی اور ایتھکس کی خمیر کی پیداوار ہے۔ وہی مورالیٹی مشرق کے مکاتب اسلامیہ اور نرسری سے فارغ التحصیل طلبہ وطالبات کے اندر دنیاوی کارگزاریوں کے لئے معتدل، انصاف پسند، مستقبل شناس، بامعنی اور انسانیت نواز اقدار کی تخلیق کا باعث بن گئی۔ مدارس ومکاتب میں ماضی کی ان اعلیٰ اقدار کے احیاء کی شدید ضرورت ہے۔

تربیتِ اطفال کا ایک دوسرا پہلو اسلامی ادب کی تیاری سے متعلق ہے۔ آج کی نام نہاد مہذب دنیا نے اس موضوع پر دنیا کی ہر زبان میں بے شمار تحقیقاتی مقالات تیار کروائے ہیں اور جدیدیت اور مابعد جدیدیت کی سرپرستی میں مادہ پرستی کو پرستش وعبادت کا مقام عطا کرتے ہوئے لاکھوں کتب ''شیرخوار ذہنوں'' کی تربیت وپرداخت کے لیے تیار کردیا ہے۔ گوگل پر آپ کو اس ضمن میں درجنوں سائٹس سے روبرو ہونے کا موقع مل سکتا ہے۔ مثلاً The Value of Children Litreature,Nurturing Children Litrature, Nuturing emotional intelligence وغیرہ عنوانات کے ضمن میں جو علمی وتربیتی مواد تیار کیا گیا ہے وہ دنیا کاری کے لئے ایسے کل پرزے تیار کررہا ہے جو عرفان ذات اور خالق کائنات کے تعارف وادراک سے یکسر عاری اور مستغنی ہے۔ ایسی صورت میں جب کہ روحانیت کو Pedagogy سے کھرچ کر نکال دیا گیا ہے، توازن واعتدال ہرگز پیدا نہیں ہوسکتا۔

بلاشبہ تربیت اطفال کے موضوع پر بیسویں صدی میں امتیاز علی تاج، حفیظ جالندھری، خواجہ حسن نظامی، پریم چند، ڈاکٹر ذاکر حسین، عابد حسین، تلوک چند محروم، شفیع الدین عنبر، ظفر گورکھپوری، راجہ مہدی علی خان، قرۃ العین حیدر، فرحت عطیہ، صالحہ عابدہ حسین، عفت موہانی، صادقہ نواب سحر، مسعودہ حیات، شفیقہ فرحت وغیرہ نے بچوں کے لئے قیمتی ادب تخلیق کیا ہے لیکن یہ ادبی سرمایہ آزاد اور بے قید ہے۔ ان ادباء کے مقابلہ میں جو ادب اتالیق، المعلم، ادیب اطفال، نونہال، ذکریٰ، الہلال، حجاب، نور، الحسنات، پیام تعلیم، اچھا ساتھی اور جنت

کے پھول نامی رسالوں کے ذریعہ معرض وجود میں آیا یا آرہا ہے وہ اول الذکر ادباء کے مقابلہ میں اسلامی اقدار وروایت اور شریعت مطہرہ کا ترجمان ووکیل ہے۔

بیسویں صدی کے بھارت میں فکر اسلامی کے ممتاز اسکالر سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ (م۱۹۷۹) نے تعلیم کو اسلامی قیادت سے جڑا ہوا مسئلہ قرار دیا ہے۔ انہوں نے اپنے رسالہ 'تعلیمات' کے اندر ابتدائی، ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے نصابات اور ترجیحات کا تذکرہ کیا ہے۔ مفکر اعلیٰ گُہر کی سخت گیر تعلیمی فکر (جو بوجوہ بیسویں صدی میں ضروری تھا) کے بے شمار مثبت پہلو سامنے آچکے ہیں۔ مثلاً دربھنگہ (بہار) رامپور، بلریا گنج اور نیوتنی (یوپی) وغیرہ میں قائم کردہ مکاتب اسلامی/درسگاہوں کے ذریعہ جو نرسری تیار ہوئی اس نے رواں صدی میں دیگر علمی میدانوں کے علاوہ تربیت اطفال کے میدان میں بھی قابل تقلید مواد تیار کیا ہے۔ اس ضمن میں افضل حسینؒ (م۱۹۹۰) عرفان خلیلیؒ (م۱۹۹۶) اور مائل خیرآبادیؒ (م۱۹۹۸) کے اسماء گرامی کا تذکرہ نہایت اہم ہے۔ اول الذکر کی کتاب 'فنِ تعلیم وتربیت' معاصر جامعات اور یونیورسٹیز کے بی۔ ایڈ کے نصابات میں شامل کی گئی ہے۔ مائل چچامیاں نے رامپور کا ادبی مقام بلند کیا انہوں نے دونوں صنفوں کے لئے سینکڑوں ڈراموں، افسانوں اور ناولوں کے ذریعہ تاریخی کارنامہ انجام دیا۔ جب کہ استاذ گرامی عرفان خلیلیؒ نے درسگاہ اسلامی رامپور میں اتالیقی اور مدرّسی کے علاوہ تربیت اطفال کو اپنی قلمی زندگی کا عنوان بنایا۔ تربیت اطفال پر ان کی ایک درجن سے زائد کتابوں میں سب سے اہم کتاب 'آپ ﷺ کیسے تھے' کے دو درجن سے زائد ایڈیشن ان کی مقبولیت کی دلیل ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ تربیت اطفال کا جو نظام و نصاب آج پبلک/کانوینٹ/سرکاری اسکولوں میں رائج ہے وہ روحانی اقدار سے عاری وخالی ہے۔ دوسری طرف غیر تدریسی مواد جو ڈراموں، ناولوں، کہانیوں اور اشعار کی شکل میں تیار کیا جارہا ہے اس کی حقیقت وماہیت بھی مایوس کن ہے۔ سوال یہ ہے کہ اپنے نونہالوں کی تربیت کے لیے آج کے اسلامی مدارس ومکاتب اور اسلامی ادباء کتنے فکرمند ہیں؟ اطمینان کا ایک پہلو یہ ہے کہ جماعت اسلامی ہند

نے تقسیم ملک کے بعد ہی سے ملک گیر سطح پر ہر دو محاذ (تدریس اور تصنیف) میں ایک متبادل پیش کیا ہے۔ ضرورت ہے کہ نرسری وابتدائی درجات کے لئے اس کے نصاب اور تربیت اطفال پر لکھنے والوں کی تاریخ مرتب کی جائے اور ملک کی تمام معروف زبانوں میں اس کا تعارف کرایا جائے تاکہ چراغ سے چراغ روشن ہوسکیں۔ اس تجزیہ کے بعد ان قابل تقلید پہلوؤں کو شامل نظام کیا جائے جو نرسری اسکولوں کا طرہ امتیاز ہیں اور جو عوام وخواص کے لیے جذب وکشش کی معقول تاویل وتوجیہہ پیش کرنے والے ہیں۔

ڈاکٹر ضیاء الدین فلاحی
شعبہ اسلامک اسٹڈیز اے ایم یو، علی گڑھ
(۲۰/جولائی ۲۰۱۹ مطابق ۹/ذی قعدہ ۱۴۴۰ھ)

قرآن کا راستہ

اسماء عروج فلاحی

کائنات کے خالق و مالک نے اس دنیا میں انسانوں کو پیدا کیا اور ان کے زندہ رہنے کے لیے جتنی بھی چیزوں کی ضرورت تھی سب مہیا کی۔ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ انسانوں کی ہدایت کے لیے اور ان کی رہ نمائی کے لیے اپنے پیغمبروں کو بھیجا۔

جب جب بھی لوگوں نے پیغمبروں کی تعلیمات کو بدلا اور ان کے ذریعہ سے لائی ہوئی آسمانی کتابوں میں تبدیلی کی خدا نے دوبارہ اپنے پیغمبروں کو بھیج کر اپنے احکامات سیل وگوں کو باخبر کیا۔ سب سے آخر میں انسانوں کی ہدایت کے لیے اپنے آخری نبی حضرت محمدﷺ کو بھیجا۔ ان کے ذریعہ سے جو آخری کتاب قیامت تک کے لیے انسانوں کو عطا کی اس کا نام قرآن ہے۔ قرآن کے معنی ہے بار بار پڑھی جانے والی اور کثرت سے پڑھی جانے والی کتاب۔

قرآن احکام و ہدایت کا مجموعہ ہے۔ اس لیے اس کے احکام کو سمجھنے کے لیے اور اس پر عمل کرنے کے لیے اور اس سے ہدایت حاصل کرنے کے لیے اس کو بار بار پڑھنا چاہیے۔ اس کے ذریعہ خدا کی صحیح معرفت حاسل ہوگی۔ سورہ مزمل آیت نمبر ۱۹ میں ہے:

إِنَّ هَذِهِ تَذْكِرَةٌ فَمَن شَاء اتَّخَذَ إِلَى رَبِّهِ سَبِيلاً (مزمل:۱۹)

بے شک یہ ایک نصیحت ہے جس کا جی چاہے اپنے رب کی طرف جانے کا راستہ اختیار کرے۔

سورہ مائدہ آیت نمبر ۱۵۔۱۶ میں خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَدْ جَاءكُم مِّنَ اللّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ يَهْدِي بِهِ اللّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلاَمِ وَيُخْرِجُهُم مِّنِ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ

وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ(المائدہ:۱۵۔۱۶)

تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کھلی کتاب آ چکی ہے۔جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ انہیں جو اس کی رضا کے طالب ہیں سلامتی کے راستے کی ہدایت دیتا ہے اور اپنے اذن سے ان کو اندھیروں سے نکال کر اجالے کی طرف لاتا ہے اور راہ راست کی طرف ان کی راہ نمائی کرتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں بہت ہی خوبصورت انداز میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ روشنی اور کتاب مبین تو آ گئی ہے لیکن اس سے ہدایت صرف ان کو ہی ملے گی جو ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اسی نیت سے قرآن کے راستے پر چلیں کہ اللہ اس کے ذریعہ ان کو ہدایت عطا کرے۔

یہ کتاب مبین ہی انسانی کو راہ راست پر لانے والی اور بھٹکے ہوئے لوگوں کو صراط مستقیم پر چلانے والی اور شیطان کی بندگی کرنے والوں کو رحمٰن کی بندگی سکھلانے والی ہے۔

اس دنیا میں ہمارے سامنے بہت سارے راستے زندگی گزارنے کے کھلے ہیں اور کثرت سے لوگوں کے افکار اور فلسفے پائے جاتے ہیں۔لیکن یہ سب طاغوتی ہیں، باطل ہیں۔

انسان اپنی زندگی میں ان طریقوں میں سے کسی ایک کو ہی اختیار کر سکتا ہے۔ یا تو وہ اللہ کا پرستار بن جائے اور اللہ کا مطیع وفرمانبردار بندہ بن کر اللہ کے ہر احکام کے سامنے سمعنا اوطعنا کی تصویر پیش کرے۔ یا پھر وہ شیطان کا پیروکار بن جائے۔خواہشات کا پیروکار بن جائے۔ ہر وہ راستہ جو قرآن کے راستے سے ٹکرائے وہ شیطان کا راستہ ہے۔

ایک حدیث ہے:

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ ہم نبی کریمؐ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ پس آپؐ نے اپنے سامنے والی سمت میں ایک سیدھا نشان کھینچا۔اور فرمایا یہ اللہ کا راستہ ہے۔ پھر آپؐ نے دو لکیریں دائیں اور دو لکیریں بائیں طرف لگائیں اور فرمایا یہ راستہ شیطان کا راستہ ہے۔ پھر آپؐ بیچ والی لکیر پر ہاتھ رکھ کر سورہ انعام کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَأَنَّ هَـذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيماً فَاتَّبِعُوهُ وَلاَ تَتَّبِعُواْ السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ

عَن سَبِیلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (الانعام:۱۵۳)

یہ میرا سیدھا راستہ ہے لہٰذا تم اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تم کو اس کے راستے سے ہٹا دیں گے۔

قرآن کے راستے پر چلنے کے لیے جن سے ہم زیادہ سے زیادہ اس دنیا میں فائدہ حاصل کرسکیں اور آخرت کی زندگی میں بھی کامیاب ہوسکیں اس کے کچھ ضروری اصول ہیں۔ سب سے پہلے تو اس بات پر ایمان لایا جائے کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ دوسری چیز نیت کا اخلاص یعنی قرآن کو اپنی ذات کے نام ونمود کے لیے نہ استعمال کیا جائے بلکہ رضائے الٰہی مقصد ہو۔ مسلم کی ایک حدیث ہے:

آپؐ نے فرمایا جو شخص دنیا میں تعریف وتحسین حاصل کرنے کے لے قرآن سیکھتا ہے اور اس کی تلاوت کرتا ہے یا تدریس کررتا ہے وہ آگ میں ڈالا جائے گا۔

تیسری چیز قبولیت اور بھروسہ ہے۔ ہر مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ قرآن کے احکام کو دل وجان سے قبول کرے اور اس کے علوم کو بغیر کسی شک وشبہ کے صحیح جانے اور اس پر عمل کرے۔ کیوں کہ قرآن کی ایک آیت جس کو سیکھ کر اس پر عمل کیا ایسی ہزاروں آیات سے بہتر ہے جس کی صرف خوبصورتی سے تلاوت کی جاتی ہے۔

صحابہ کرام جب بھی کوئی آیت سیکھتے تھے یا یاد کرتے تھے جب تک اس پر عمل نہیں کرنے لگتے تھے آگ کی دوسری آیت نہیں یاد کرتے۔

افسوس ہے آج ہم قرآن کو سال میں کئی بار ختم کر لیتے ہیں خاص طور سے رمضان میں لیکن ہم اس کے معنی اور مطلب نہیں جانتے کیوں کہ ہم قرآن کو ترجمے سے نہیں پڑھتے اسی کوتاہی کہ وجہ سے آج ہم نہیں جانتے کہ قرآن سے ہم کو کیا احکام ملتے ہیں اور کیا ہدایت ملتی ہے۔ کیا ہمارے لیے خوش خبری ہے کس چیز سے ڈرایا گیا ہے اور کس چیز کا وعدہ کیا گیا ہے۔

یہ ہماری کوتاہی اور ناسمجھی ہے جن کی وجہ سے آج طلاق ثلاثہ مسئلہ بنا ہوا ہے۔ اور دوسری باطل قوتیں اسلامی مذہب کے آئین میں دخل اندازی کی کوشش کررہی ہیں۔ جب کہ قرآن میں خود واضح الفاظ میں طلاق احسن کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ یہ کن وجوہات کے بناء پر طلاق

ہواور کس طریقے سے کن Proses میں One By One دیے جائیں۔

جب کہ ہندوؤں میں کتنی عورتیں ایسی ہیں جو جہیز کے مطالبات پورے نہ کرنے کی صورت میں جلا دی جاتی ہیں اور کتنی عورتیں بغیر طلاق کے چھوڑ دی جاتی ہیں اور کتنی بے چاری عورتیں ایسی بھی ہیں جن کے شوہر ان کو نشے کی حالت میں آ کر مارتے پیٹتے ہیں لیکن سب اپنے شوہروں کے ظلم وتشدد کو برداشت کرتی ہیں۔ان کے لیے ان ظالم شوہروں سے نجات کا کوئی ذریعہ ہی نہیں ہوتا۔لیکن یہ قرآن ہی ہے جو ایسی صورت میں جب شوہر اور بیوی کے درمیان ناخوش گوار ماحول پیدا ہوجائے اور یہ کمی چاہے شوہر کی طرف سے ہو یا بیوی کی طرف سے ایک ایسا راستہ پیش کرتا ہے، جس سے دونوں فریق کو پھر سے ایک نئی زندگی مل جاتی ہے۔ یہ قرآن کا راستہ ہے، جس پر چلنے سے یہ فائدہ ہے۔

صرف یہی نہیں بلکہ اگر ہم قران کی ہدایت پر عمل کریں تو ہمارا معاشرہ جنت نما بن جائے گا اور ہمارے روزمرہ کے حالات درست ہوجائیں گے۔ان شاءاللہ۔

ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن میں جو عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس کے بڑے فائدے ہیں:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاء الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ذَلِكَ أَدْنَى أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ (الاحزاب:۵۹)

اے نبی اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مومن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی چادروں کے پلو لٹکالیا کریں تاکہ پہچان لی جائیں اور ستائی نہ جائیں۔

اسی طریقے سے سورۂ نور میں ایک واضح اصول عورتوں کے زیب وزینت کے بتائے گئے ہیں۔مزید یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ کن کن لوگوں کے سامنے اپنے بناؤ سنگار کا اظہار کرسکتی ہیں:

قُلْ تَعَالَوْاْ أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلاَّ تُشْرِكُواْ بِهِ شَيْئاً وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَلاَ تَقْتُلُواْ أَوْلاَدَكُم مِّنْ إمْلاَقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلاَ تَقْرَبُواْ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلاَ تَقْتُلُواْ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّهُ إِلاَّ بِالْحَقِّ ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ

تَعۡقِلُون (الانعام:۱۵۱)

یہ ہے قرآن کا راستہ جو اس پر چلے وہی کامیاب ہوگا کیوں کہ اس دنیا میں انسان کی پیدائش کا مقصد اپنے رب کے بتائے ہوئی طریقے کے مطابق زندگی گزارنا ہے یہ دنیا ایک امتحان گاہ ہے جس کا رزلٹ آخرت میں ملے گا۔

لِيَبۡلُوَكُمۡ أَيُّكُمۡ أَحۡسَنُ عَمَلاً (الملک:۲)

تاکہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے کہ کون اچھے عمل کرنے والا ہے۔

اس کامیابی کے لیے قرآن میں سارے رول بتا دیے گئے ہیں جو اس رول کو مانے گا وہ اندھوں کی طرح ادھر ادھر نہیں بھٹکے گا اور گمراہ ہونے سے بچ جائے گا۔سورہ دھر میں ہے:

إِنَّا هَدَيۡنَاهُ السَّبِيۡلَ إِمَّا شَاكِراً وَإِمَّا كَفُوراً (الدھر:۳)

جس طریقے سے سڑک پر چلنے کا ایک رول ہوتا ہے کہ سب لوگ بائیں طرف سے راستہ چلیں گے ادھر سے آنے والا بھی بائیں سے آئے اور جانے والا بھی بائیں سے جائے گا تاکہ حادثات سے بچا جا سکے ایکسیڈنٹ نہ ہو ویسے ہی قرآن کے راستے پر ہدایت حاصل کرنے کی نیت سے چلنے والا کبھی گمراہ نہیں ہوگا وہ کامیاب ہوگا اور اپنے رب کی رضا حاصل ہوگی۔اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے۔

آپؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا:

لوگوں میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر تم اس کو مضبوطی سے تھامے رہے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے ایک ہے قرآن اور دوسری میری سنت۔

اسی لیے کامیاب ترین انسان وہ ہے جو قرآن کی اتباع کرے اور دوسروں کو اس کی اتباع کی دعوت دے کیوں کہ قرآن کی اتباع اللہ کی اتباع ہے اور قرآن کی دعوت اللہ کی طرف دعوت ہے اس دنیا میں یہی کامیاب طریقہ زندگی ہے۔

اردو تراجم قرآن پر ایک نظر(۳۹)

(مولانا محمد امانت اللہ اصلاحیؒ کے افادات کی روشنی میں)

ڈاکٹر محی الدین غازی
ای میل:mohiuddin.ghazi@gmail.com

(۱۶۱) کلا بمعنی ألا

لغت میں کلا کا مشہور مفہوم تو شدید نفی اور زجر وردع کا ہے، اردو میں اس کے لیے ہرگز نہیں اور نہیں نہیں کی تعبیر استعمال کی جاتی ہے۔ عام طور سے اس سے پہلے ایسی کوئی بات سیاق کلام میں موجود ہوتی ہے جس کی شدت کے ساتھ نفی کی جاتی ہے۔ تاہم قرآن مجید میں بہت سے مواقع ایسے ہیں جہاں موقع کلام ''ہرگز نہیں'' کے بجائے کسی دیگر مفہوم کا تقاضا کرتا ہے، کیونکہ سیاق کلام میں ایسی کوئی بات نہیں ہوتی ہے جس کی نفی کرنے کا محل ہو۔ اس دیگر مفہوم کے بارے میں بعض ائمہ نحو کا خیال ہے کہ حقا یعنی بیشک کا مفہوم ہے، بعض کا خیال ہے کہ ای ونعم یعنی ہاں ہاں کا مفہوم ہے، اور بعض کا خیال ہے کہ اُلا یعنی سنو اور آگاہ ہو جاؤ کا مفہوم ہے۔ ابن ہشام نے مغنی اللبیب میں دلائل کے ساتھ اس آخری مفہوم کو ترجیح دی ہے، ان کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ یہ مفہوم اکثر جگہ موزوں ہو جاتا ہے۔ (لأنہ اکثر اطرادا)۔ مولانا امانت اللہ اصلاحی بھی اسی کے قائل ہیں۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ اردو مترجمین قرآن کے یہاں مذکورہ بالا تمام مفہوم ملتے ہیں۔ البتہ مشہور مترجمین میں شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین، اشرف علی تھانوی، سید مودودی اور امین احسن اصلاحی وغیرہ ایسی تمام جگہوں پر کلا کا ترجمہ ''ہرگز

نہیں''، یا ''کوئی نہیں'' کرتے ہیں، اور چونکہ متعدد مقامات پر سیاق میں ایسی کوئی بات مذکور نہیں ہے جس کی نفی کی جائے اس لیے ایسی کسی بات کو محذوف مان لیا جاتا ہے اور تفسیر میں اس کی وضاحت کردی جاتی ہے، اس وضاحت میں بھی بسا اوقات تکلف ظاہر ہوتا ہے۔ مولانا امانت اللہ اصلاحی کے نزدیک اس تکلف کی کوئی ضرورت نہیں ہے، کلا کا ترجمہ سنو یا آگاہ ہوجاؤ کیا جائے تو کلام کا مفہوم بالکل واضح اور بے تکلف رہتا ہے، اور کسی بات کو محذوف ماننے کی ضرورت بھی نہیں رہتی ہے۔ کچھ مثالیں ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔

(ا) كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ۔ (المطفّفين: 7)

''ہرگز نہیں، یقیناً بدکاروں کا نامہ اعمال قید خانے کے دفتر میں ہے'' (سید مودودی)

''بیشک کافروں کی لکھت سب سے نیچی جگہ سجین میں ہے'' (احمد رضا خان)

''سن رکھو کہ بدکارروں کے اعمال سجّین میں ہیں'' (فتح محمد جالندھری)

(۲) كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ. كَلَّا إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ. (المطفّفين: 14، 15)

''ہرگز نہیں، بلکہ دراصل اِن لوگوں کے دلوں پر اِن کے برے اعمال کا زنگ چڑھ گیا ہے. ہرگز نہیں، بالیقین اُس روز یہ اپنے رب کی دید سے محروم رکھے جائیں گے'' (سید مودودی)

''کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے۔ ہاں ہاں بیشک وہ اس دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہیں'' (احمد رضا خان)

''دیکھو یہ جو (اعمال بد) کرتے ہیں ان کا ان کے دلوں پر زنگ بیٹھ گیا ہے۔ بیشک یہ لوگ اس روز اپنے پروردگار (کے دیدار) سے اوٹ میں ہوں گے'' (فتح محمد جالندھری)

(۳) كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ. (المطفّفين: 18)

''ہرگز نہیں، بیشک نیک آدمیوں کا نامہ اعمال بلند پایہ لوگوں کے دفتر میں ہے'' (سید مودودی)

''ہاں ہاں بیشک نیکوں کی لکھت سب سے اونچا محل علیین میں ہے'' (احمد رضا خان)

''(یہ بھی) سن رکھو کہ نیکوکاروں کے اعمال علیین میں ہیں'' (فتح محمد جالندھری)

(٤) كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا. (الفجر:21)

''ہرگز نہیں، جب زمین پے در پے کوٹ کوٹ کر ریگ زار بنا دی جائے گی'' (سید مودودی)

''ہاں ہاں جب زمین ٹکرا کر پاش پاش کردی جائے'' (احمد رضا خان)

''یقیناً جس وقت زمین کوٹ کوٹ کر برابر کردی جائے گی'' (محمد جونا گڑھی)

''یادرکھو کہ جب زمین کو ریزہ ریزہ کردیا جائے گا'' (ذیشان جوادی)

(٥) كَلَّا إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَى. (العلق:6)

''ہرگز نہیں، انسان سرکشی کرتا ہے'' (سید مودودی)

''ہاں ہاں بیشک آدمی سرکشی کرتا ہے'' (احمد رضا خان)

''سچ مچ انسان تو آپے سے باہر ہو جاتا ہے'' (محمد جونا گڑھی)

(٦) كَلَّا لَئِن لَّمْ يَنتَهِ لَنَسْفَعاً بِالنَّاصِيَةِ. (العلق:15)

''ہرگز نہیں، اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر اسے کھینچیں گے'' (سید مودودی)

''ہاں ہاں اگر باز نہ آیا تو ضرور ہم پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے'' (احمد رضا خان)

''یقیناً اگر یہ باز نہ رہا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے'' (محمد جونا گڑھی)

''دیکھو اگر وہ باز نہ آئے گا تو ہم (اس کی) پیشانی کے بال پکڑ گھسیٹیں گے'' (فتح محمد جالندھری)

(٧) كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِب. (العلق:19)

''ہرگز نہیں، اُس کی بات نہ مانو اور سجدہ کرو اور (اپنے رب کا) قرب حاصل کرو'' (سید مودودی)

''ہاں ہاں، اس کی نہ سنو اور سجدہ کرو اور ہم سے قریب ہو جاؤ'' (احمد رضا خان)

''دیکھو اس کا کہا نہ ماننا اور قربِ (خدا) حاصل کرتے رہنا''۔ (فتح محمد جالندھری)

(۸) كَلَّا إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ. (المدثر:54)
''ہرگز نہیں، یہ تو ایک نصیحت ہے'' (سید مودودی)
''ہاں ہاں بیشک وہ نصیحت ہے'' (احمد رضا خان)
''کچھ شک نہیں کہ یہ نصیحت ہے'' (فتح محمد جالندھری)
(۹) كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ. (القیامۃ:20)
''ہرگز نہیں، اصل بات یہ ہے کہ تم لوگ جلدی حاصل ہونے والی چیز (یعنی دنیا) سے محبت رکھتے ہو'' (سید مودودی)
''کوئی نہیں بلکہ اے کافرو! تم پاؤں تلے کی (دنیاوی فائدے کو) عزیز دوست رکھتے ہو'' (احمد رضا خان)
''مگر (لوگو) تم دنیا کو دوست رکھتے ہو'' (فتح محمد جالندھری)
(۱۰) كَلَّا إِذَا بَلَغَتْ التَّرَاقِيَ. (القیامۃ:26)
''ہرگز نہیں، جب جان حلق تک پہنچ جائے گی'' (سید مودودی)
''ہاں ہاں جب جان گلے کو پہنچ جائے گی'' (احمد رضا خان)
''دیکھو جب جان گلے تک پہنچ جائے'' (فتح محمد جالندھری)
''ہوشیار جب جان گردن تک پہنچ جائے گی'' (ذیشان جوادی)

اس سلسلے میں ایک مددگار پہلو یہ ہے کہ جب ہم قرآن مجید میں اَلا کے استعمالات دیکھتے ہیں تو وہ بالکل ویسے ہی مقامات ہیں جہاں کلا بمعنی اَلا استعمال ہوا ہے۔ اور صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کلا اور اَلا جگہ جگہ بالکل ایک مفہوم میں استعمال ہوئے ہیں۔

وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ لاَ تُفْسِدُواْ فِيْ الأَرْضِ قَالُواْ إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ. أَلا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَـكِن لاَّ يَشْعُرُونَ. وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ آمِنُواْ كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُواْ أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاء أَلا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاء وَلَـكِن لاَّ يَعْلَمُونَ (البقرۃ:11-13)

''اور جب کہیئے ان کو فساد نہ ڈالو ملک میں، کہیں ہمارا کام تو سنوار ہے، سن رکھو وہی ہیں بگاڑنے والے، پر نہیں سمجھتے۔ اور جب کہیئے ان کو ایمان میں آؤ، جس طرح ایمان میں آئے

سب لوگ، کہیں کیا ہم اس طرح مسلمان ہوئے ہیں بیوقوف، سنتا ہے، وہی ہیں بے وقوف، پر نہیں جانتے'' (شاہ عبدالقادر)

أَلا إِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّن لِّقَاء رَبِّهِمْ أَلا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ (فصلت: 54)

''آگاہ رہو، یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات میں شک رکھتے ہیں۔ سن رکھو وہ ہر چیز پر محیط ہے'' (سید مودودی)

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيْعاً فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَى شَيْءٍ أَلا إِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُونَ (المجادلة: 18)

''جس روز اللہ ان سب کو اٹھائے گا، وہ اس کے سامنے بھی اسی طرح قسمیں کھائیں گے جس طرح تمہارے سامنے کھاتے ہیں، اور اپنے نزدیک یہ سمجھیں گے کہ اس سے ان کا کچھ کام بن جائے گا۔ خوب جان لو، وہ پرلے درجے کے جھوٹے ہیں'' (سید مودودی)

خوش خبری

انتہائی خوشی اور مسرت کی بات ہے کہ محترم مولانا صباح الدین ملک فلاحی صاحب کی خدمات **جامعۃ الفلاح** کو حاصل ہوگئی ہیں۔ ماہِ فروری ۲۰۱۹ء میں منعقدہ شوریٰ میں ہی یہ بات طے ہوگئی تھی۔ الحمدللہ موصوف کی جامعہ میں آمد ہو چکی ہے اور تدریس کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ تفسیر، اصولِ تفسیر، حدیث، اصولِ حدیث، فقہ و اصول فقہ نیز دعوت و اصولِ دعوت موصوف کے خاص مضامین ہیں۔ امید ہے جامعہ میں معیارِ تعلیم کی بلندی میں موصوف کی آمد سے بڑی مدد ملے گی۔ انشاءاللہ

☆☆☆

جامعۃ الفلاح میں تدریس قرآن کا مثالی نصاب

(چند خصائص)

ڈاکٹر ضیاء الدین فلاحی
شعبہ اسلامک اسٹڈیز اے ایم یو، علی گڑھ

۱۹۱۶ء میں مکتب اسلامی کے نام سے جس مدرسے کی پہلی اینٹ رکھی گئی وہ ۱۷؍دسمبر ۱۹۶۲ء میں جامعۃ الفلاح کی شکل میں نمودار ہوا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر کے جو'فارغ التحصیل اساتذہ کرام ایک حادثہ کے نتیجہ میں رخصت پر بھیج دیے گئے انہی حضرات نے جامعۃ الفلاح کی تعمیر وتشکیل میں سرگرم حصہ لیا اور انہی حضرات نے جامعۃ الفلاح میں قرآن کی تدریس کا نصاب ونظام قائم کیا۔ اِسال گزشتہ سمینار بعنوان: 'مدارس میں قرآن کریم کی تدریس کا نصاب اور طریقہ کار' منعقدہ ۲-۳؍مارچ ۲۰۱۸ء میں راقم السطور نے اپنا مقالہ بعنوان 'جامعۃ الفلاح میں قرآن مجید کی تدریس اور طریقہ کار' پیش کیا تھا۔ اس مقالے میں جامعۃ الفلاح کے لیے تدریس قرآن کا مثالی نصاب پیش کیا جاچکا ہے۔ اس کا اعادہ تکرار کا باعث ہوگا۔ اس لیے اُس مثالی نصاب کی نمایاں خصوصیات کا بیان اس تحریر میں کیا جاتا ہے۔

جامعۃ الفلاح کے مثالی نصاب برائے تدریس قرآن کو ذیل کے دس نکات میں تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ راقم السطور کا خیال ہے کہ یہ اور اسی طرح کی خصوصیات کا متحمل نصاب، دراصل کسی بھی مدرسہ کا مثالی نصاب ہوسکتا ہے۔

ان نکاتِ عشرہ کو راقم نے پروفیسر عبدالرحیم قدوائی کے پیش لفظ میں قائم کردہ سولہ سوالات سے اخذ کیا ہے، جو موصوف گرامی نے ۲۰۱۸ء کے مجموعہ مقالات میں ابھارے تھے

اور ''شامل مقالات'' کے اندران کے جوابات کی موجودگی کا اظہار واطمینان کیا تھا۔[۲]

۱- مجموعی طریق تدریس اور نصاب میں قرآن کی مرکزی حیثیت

جامعۃ الفلاح میں عالمیت اور فضیلت کی اسناد اعلیٰ شعبے میں طلبہ اور طالبات کو الگ الگ نظام تدریس کے تحت عطا کی جاتی ہیں۔ شعبہ نسواں مکمل طور پر خواتین کے زیر انصرام ہے۔ یہاں دونوں سطحوں (عالمیت وفضیلت) پر معلمات ہی در اصل پورے کورس کی نگرانی کرتی ہیں۔ بغرض ضرورت معمر مرد اساتذہ کرام جو جامعۃ الفلاح میں یا تو تدریس سے وابستہ ہوتے ہیں یا مستعفی/ریٹائرڈ ہو چکے ہیں، سے بھی خدمات کی جاتی ہیں۔

دونوں سطحوں کے مجموعی نصاب میں تدریس قرآن کو خصوصی اہمیت واولیت حاصل ہے۔ اس ''خصوصی اہمیت'' کی وضاحت اس طرح کی جاسکتی ہے کہ اپنے فن میں ماہر ترین اساتذہ آج تک اس شعبے سے وابستہ رہے ہیں۔ ہر سال پورا نصاب قرآن ختم کرنے کی پوری کوشش کی جاتی ہے۔ پورے نصاب میں تدریس قرآن کو ہمیشہ پہلا گھنٹہ تفویض کیا جاتا ہے، جو ہفتہ کے تمام تدریسی ایام کو محیط ہوتا ہے۔ دونوں سطحوں کے منتہی طلبہ وطالبات سے صرف اسی سبجیکٹ میں تحقیقی مقالہ (Dissertation) تحریر کرایا جاتا ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ دیگر تمام نصابہائے کتب کو قرآن کی ظاہری ومعنوی تائید وسرپرستی حاصل ہوتی ہے۔ یعنی قرآنی فکر کو فروغ دینے والی کتب، اساتذہ، انتظام اور ماحول فراہم کیا جاتا ہے۔

۲- مطالعہ قرآنیات میں مشغول اساتذہ کی خصوصی تربیت

یوں تو جامعۃ الفلاح کے اساتذہ کے لیے وقتاً فوقتاً اورینٹیشن پروگرام ہوتے رہتے ہیں، جماعت اسلامی ہند، کا شعبہ تعلیم اس ضمن میں ورکشاپ کراتا رہتا ہے۔ آغاز کار میں جامعۃ الفلاح کے اساتذہ قرآن خود اس بات کا اہتمام کرتے تھے کہ مولانا جلیل احسن ندوی (م۱۹۸۱ء) سے فارغ اوقات میں یا فضیلت کے درجات میں بیٹھ کر ان کے فن وعملِ تدریس قرآن سے استفادہ کریں۔ اس ضمن میں استاذ گرامی مولانا نعیم الدین اصلاحی حفظہ اللہ کا نام بطور خاص لیا جاسکتا ہے۔ جنھوں نے اپنی تشنگی اور علمی پیاس کو مولانا جلیل احسن کے ذریعہ

بجھانے کی کوشش کی۔ اور مولانا کے نظریات کو ''تدبر قرآن پر ایک نظر'' کی شکل میں مرتب کر کے ادارہ علمیہ جامعۃ الفلاح سے ۲۰۰۶ء میں شائع بھی کیا ہے۔ خود مولانا جلیل احسن ندوی جب مدرسۃ الاصلاح میں طالب علم تھے تو انھوں نے مولانا اختر احسن اصلاحی (م ۱۹۵۰ء) سے خصوصی تربیت حاصل کی تھی جس کا اظہار انھوں نے ''نقوش وتاثرات'' میں کیا ہے جو ادارہ علمیہ جامعۃ الفلاح سے ۱۹۸۹ء میں شائع ہو چکا ہے۔

تربیت کا ایک معنوی اسلوب وانداز روزانہ تذکیری پروگرام میں نظر آتا ہے، جو درس شروع ہونے سے قبل تمام اساتذہ وطلبہ کے سامنے کیا جاتا ہے۔ جن میں شیخ التفسیر کو خصوصی اہمیت دی جاتی ہے۔ مزید برآں مختلف نمازوں کے بعد تذکیری گفتگو بھی اخلاق وکردار کو صیقل کرنے میں معاون ہوتی ہے۔ آخری درجات کے طلبہ کے لیے لازمی قرآنی مقالات (Dissertation) کو تحقیقی رخ دینے میں خود انہی مدرسین قرآن کو مشرف ونگراں بنایا جاتا ہے۔ کبھی کبھی قرآنی محاضرات کے ذریعہ مختلف مدارس یا عصری دانش گاہوں کے اساتذہ کو مدعو کر کے بھی اس پہلو پر توجہ دی جاتی ہے۔ بعض محاضرات طبع ہو چکے ہیں جن کا مطالعہ محققین کے لیے مفید ہوگا۔

۳- نصاب اور طریق تدریس میں طلبہ کی ذہنی سطح کی رعایت

نظامی سینٹر فار قرآنک اسٹڈیز کی جانب سے ۲۰۱۸ء میں راقم السطور کے شائع شدہ مقالہ میں عالمیت وفضیلت کے نصاب پر طائرانہ نظر ڈالی جائے تو یہ قدر ابھر کر قاری کے سامنے آجائے گی کہ نصاب اور طریق تدریس دونوں سطحوں پر عملاً آسان اور ممکن الحصول قدروں کی بھرپور رعایت کی گئی ہے۔ عالمیت سال سوم وچہارم میں زیادہ تر مکی سورتیں رکھی گئی ہیں جن کے اندر توحید، رسالت، قیامت، عبادات، اخلاقیات اور سماجی قدروں پر سیر حاصل گفتگو کی جاتی ہے۔ عالمیت سال آخر سے مدنی سورتوں کی تعلیم وتدریس کا آغاز ہوجاتا ہے جو فضیلت کے آخری درجات میں اپنے جوبن پر پہنچ جاتا ہے۔ قاری کو اس کے ذریعہ علم ہوجائے گا کہ عالمیت کے ابتدائی درجات میں علم تفسیر اور علوم القرآن کی محض چند کتب سے واقفیت کرائی جاتی ہے

تا کہ اصول تفسیر اور علوم القرآن کی مختلف جہات و ابعاد کی معرفت حاصل ہو جائے۔ جوں جوں درجات بڑھتے جاتے ہیں شاہ ولی اللہ، ابن تیمیہ اور علامہ فراہی جیسے ماہرین فن کی ادق اور فنی کتب تفسیر شاملِ نصاب ہوتی جاتی ہیں۔ سب سے اہم بات یہ کہ یہاں طریقہ تدریس میں طلبہ کی ذہنی سطح کی بھرپور رعایت کی جاتی ہے۔ مثلاً قرآن کے مباحث کے لیے اسرائیلیات کی طرف رجوع کی مہم عالمیت کے آخری درجات اور فضیلت میں چھیڑی جاتی ہے۔ لغات قرآنی اور نحو و صرف کے مسائل ابتدائی درجات میں حل کیے جاتے ہیں۔ ربط آیات وسور اور نظم کلام کی بحثیں منتہی درجات میں اٹھائی جاتی ہیں۔ قسموں کا ذکر و فلسفہ قصص کی حکمت، التفات کی بحث، قرآن کا نظریہ تاریخ، قرآن کا نظریہ نسخ، قرآن اور جمالیات کی بحثیں آخری درجات میں کی جاتی ہیں۔ مشاکلت، عود علی البداء، حذف اور احتباک کی مثالیں آخری درجات میں دی جاتی ہیں۔ اس طرح نصاب اور طریق تدریس میں فہم اور استعداد کی پوری رعایت رکھی گئی ہے۔

۴- قرآن دعوت اسلامی کی کتاب اور ابدی ہدایت نامہ ہے

جامعۃ الفلاح کا اختصاص دعوت اسلامی ہے۔ اپنے اس اختصاص کی وجہ سے جامعۃ الفلاح حدیث، تفسیر اور فقہ کے متخصصین و ماہرین پیدا کرنے میں نمایاں مقام حاصل نہیں کر سکا ہے۔ اور جامعۃ الفلاح اسے اپنی ناکامی نہیں مانتا ہے۔ چوں کہ نصاب جامعہ قرآن کی اصلی حیثیت ہدایت و دعوت کو ملحوظ خاطر رکھنا ہے اس وجہ سے دعاۃ و مبلغین کی تخلیق پر یہ فوکس کرتا ہے۔ فلاح میں تدریس قرآن اور نصاب قرآن کا یہ امتیازی پہلو ہے جو اسے دیگر مدارس سے بالکل نمایاں اور منفرد کر دیتا ہے۔ تدریس قرآن کو دعوت اسلامی سے مربوط کرنے کا مطلب یہ ہے کہ خود اس وصف نے عالمیت و فضیلت کے مجموعی نصاب کو رجحان ساز، زمانہ ساز اور شخصیت ساز بنایا ہے۔ دعوت اسلامی کی اس قدر نے پورے نصاب کو قرآنی رنگ میں رنگ دیا ہے۔ اس کے دعوتی اختصاص کا مطلب یہ ہے کہ اس کا نصاب اقامت دین کی جدوجہد میں معاون ہے۔ شہادت حق کا علم بردار ہے، معروفات کی اقامت اور منکرات کے ازالے کی جرأت طلبہ و طالبات کے اندر پیدا کرنے والا ہے۔ عصر حاضر کے تقاضوں کی رعایت کرنے والا ہے۔ اور معاصر دینی، سیاسی، معاشی، تعلیمی و تہذیبی رجحانات کو طلبہ و طالبات کے اندر منتقل

کرنے والا ہے۔

۵-تدریس قرآن اور عصری ضروریات

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا کہ دعوت اسلامی جامعۃ الفلاح کے نصاب کا اختصاص ہے، چنانچہ داعی کی ضرورت کے پیش نظر نصاب اور تدریس قرآن میں ''زمانہ'' کو بطور خاص ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ **والعصر ان الانسان لفی خسر، الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر** (سورہ العصر) میں اسی قدر کی تفصیل ملتی ہے۔ عالمیت سال آخر اور فضیلت کے درجات میں چوں کہ مدنی سورتیں تدریس کا حصہ ہوتی ہیں چنانچہ تکمیل دین کے مدنی عہد کو آئیڈیل تسلیم کیا گیا ہے۔ طلبہ کے ذہن میں یہ بات راسخ کی جاتی ہے کہ قرآن ہر عصر کی ضروریات کی تکمیل کے لیے آیا ہے۔ ماضی حال اور مستقبل قرآن کی صوتی جمالیات، روحانی برکات اور حرف ومعنی کی چہار دیواری کے اندر بند ہیں۔ ہر ماضی میں حال اور ہر حال میں مستقبل کو تلاش کرنے کی ہدایت خود متن قرآن یعنی ربط آیات اور نظم قرآن کے ذریعہ ملتی ہے۔ قرآنی قصے انسانی تہذیب وثقافت کے لیے ایک ماڈل پیش کرتے ہیں جن کے ذریعہ قرآن حال کے لیے زاد راہ فراہم کرتا ہے اور مخاطب اپنی عصری ضروریات کی تکمیل کرتا ہے۔ یہ عصری ضروریات کسی ایک جگہ کسی ایک عنوان کے تحت منضبط نہیں کی گئی ہیں چنانچہ کہیں اگر معاشی واقتصادی پہلوؤں کا ذکر ہے، تو دوران تدریس سودی نظام پر سیر حاصل گفتگو کی جاتی ہے اور اس موضوع پر تحریر شدہ انگریزی، عربی اور اردو مصادر کی طرف رہنمائی کی جاتی ہے۔ اس ضمن میں امام ابو یوسف کی کتاب الخراج اور سید مودودی کی سود کی طرف طلبہ کی رہنمائی کر دی جاتی ہے۔ اور یہی طریقہ دینی، سیاسی، روحانی اور نفسیاتی موضوعات کے ضمن میں اختیار کیا جاتا ہے۔

۶-استنباط مسائل اور استخراج مفاہیم کا طریقہ

تدریس قرآن میں استخراج مسائل مشکل مرحلہ ہوتا ہے۔ جامعۃ الفلاح میں شیخ التفسیر خود متن قرآن کے ذریعہ مسائل کے استخراج کی مشق طلبہ کو کراتے ہیں۔ زندگی کے احکامی مسائل سے متعلق مباحث کا بیشتر حصہ مدنی سورتوں میں مذکور ہے۔ چنانچہ فضیلت کے

درجات میں جب کہ ذہن بالیدہ ہوجاتا ہے، استنباط واستخراج کی مشق مفید ہوتی ہے۔ دوران درس عربی عبارتوں کو حل کرتے ہی مسائل ومفاہیم منقح ہوکر طلبہ کے سامنے آجاتے ہیں۔ حل عبارت کے بعد استاذ اور طالب علم عہد عباسیہ میں تیا کردہ عربی مصادر تفسیر کی طرف بھی رجوع کرتے ہیں۔ اور فقہاء اربعہ کی آراء نیز تفسیر بالماثور اور تفسیر بالرای کے مطابق تیار شدہ اسلامی میراث میں غواصی کرتے ہیں اور اس عمل کے نتیجہ میں مسائل اور مفاہیم مزید صیقل ہوجاتے ہیں۔ جامعہ کا قرآنی نصاب کسی خاص مسلک ومشرب کو ترجیح نہیں دیتا۔ بلکہ طلبہ واساتذہ تمام تفاسیر سے اپنے حظ اور ذوق کے مطابق استفادہ کرتے ہیں اور مسائل اخذ کرتے ہیں۔[۳۳]

۷۔ غیر مسلکی بنیاد پر تدریس قرآن

جامعۃ الفلاح مسلک کی بنیاد پر قائم نہیں ہوا ہے۔ اس لیے ابتدا ہی سے نصاب ونظام تعلیم کے اندر وسیع المشربی اس کا امتیازی وصف ہے۔ یہاں حنفی، شافعی، اہل حدیث، اور مالکی وحنبلی تمام کو حق وصواب تصور کیا جاتا ہے۔ تدریس کے دوران چوں کہ متن قرآن کا حل بنیادی مقصد ہوتا ہے اور قرآن کی تشریح قرآن سے کی جاتی ہے اس لیے مسلک ومشرب دوران مطالعہ حائل ہی نہیں ہو پاتے ہیں۔ مسالک ومشارب اور مختلف علمی ذوق کی بنیاد پر تفسیر کا جو خزانہ عربی زبان میں تیار کیا گیا طلبہ کو دوران تدریس ان سے دور رہنے کی تلقین اور رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ البتہ خارجی مطالعہ میں طلبہ اس علمی دائرۃ المعارف سے بھی سیراب ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ چوں کہ جامعۃ الفلاح کے اکثر اساتذہ ''مدرسۃ الاصلاح'' کے فارغین تھے جو مولانا اختر احسن اصلاحی اور مولانا امین احسن اصلاحی کے حلقہ شاگردان سے وابستہ رہ چکے تھے اس لیے فطری طور پر علامہ حمیدالدین فراہی کی قرآنی بصیرت ان کا طرہ امتیاز ہے۔ چنانچہ مدرسۃ الاصلاح کی مانند، جامعۃ الفلاح میں بھی ''نظم قرآن'' کو تدریس قرآن میں کلیدی اہمیت حاصل ہے۔ اور مولانا امین احسن اصلاحی کی ''تدبر قرآن'' سے طلبہ واساتذہ بھرپور استفادہ کرتے ہیں۔ دوسرا قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ چوں کہ آغاز کار ہی سے معمارانِ جامعہ کی اکثریت مولانا سید ابوالاعلیٰ (م۱۹۷۹ء) کی تحریک جماعت اسلامی سے وابستہ رہی ہے اس لیے سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تفہیم القرآن کا مطالعہ طلبہ خارجی مطالعہ کے

طور پر بطور خاص کرتے ہیں۔ ترجمہ وتفسیر کے لیے ہندوستان میں تصنیف کردہ تراجم اور تفاسیر سے بھی استفادہ کیا جاتا ہے اور اس کی حوصلہ شکنی نہیں کی جاتی ہے۔ مثلاً فارسی میں شاہ ولی اللہ کا ترجمہ، اردو میں شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین، مولانا محمودالحسن، مولانا اشرف علی تھانوی اور مولوی فتح محمد جالندھری کے ترجموں اور تفسیری نکات کے ذریعہ اپنے ذخیرہ معلومات میں طلبہ اضافہ کرتے ہیں۔

۸- بین المذاہب افہام وتفہیم

مکی اور مدنی سورتوں میں اہل کتاب اور کفار ومشرکین کا بکثرت تذکرہ آیا ہے۔ یہ تذکرے یاتو قرآن کی تصدیق کے ضمن میں ہیں، یا تورات وزبور میں مذکور واقعات کے درمیان مماثلت، قرآن کی عظمت اور رسول امی پر ایمان لانے کے ضمن میں ہیں یا انبیاء سابقین کے امتی ہونے کے نتیجہ میں اہل کتاب کو خاتم النبیین کی تصدیق کرنے کے ضمن میں ہیں۔ ان تمام تذکروں اور بیانیوں میں قرآن مجید مجادلہ حسنہ کی تلقین کرتا ہے۔ قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ بحث ونظر میں قرآن کا سخت تنقیدی اور بے لاگ پہلو طلبہ کے سامنے نمایاں کیا جاتا ہے اور اس رجحان کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ طلبہ کو دوران تدریس، مکالمہ بین المذاہب کا ادب بھی سکھایا جاتا ہے۔ مذکورہ مذاہب میں پائی جانے والی اقدار پر انھیں متحد ہونے اور اتحاد کی چھری تھامنے کی تلقین کی جاتی ہے، جس کی حوصلہ افزائی خود قرآن کرتا ہے۔ آج کے دور میں اس سے فائدہ اٹھانے کی طلبہ کو رہنمائی کی جاتی ہے۔ مناظروں کا مخاصمانہ پہلو جو قربت کے بجائے دل شکنی اور منافرت کی فضا اور رجحان پیدا کرتا ہے، دوران تدریس طلبہ کو اس سے گریز کرنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ اس ضمن میں قرآن کریم کی مشہور آیات کریمہ: **تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم** (سورہ....) طلبہ کو ازبر ہوجاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آج کے تمام انسانی معاشروں کو مکالمہ بین المذاہب کی شدید ضرورت ہے۔ دنیا اس کے فوائد وبرکات کو محسوس کررہی ہے۔ اور یہ اس کے وجود وبقا کی آخری امید اور آس بھی ہے! ۔ اس قدر کے نتیجہ میں فلاحی فارغین کافی وسیع الظرف اور کشادہ نظر واقع ہوئے ہیں۔ جامعۃ الفلاح میں محاضرات بین المذاہب والمسالک کی کوششوں کو

الگ سے منضبط کرنے کی ضرورت ہے، اس کی تفصیلات سینکڑوں صفحات کو محیط ہیں۔

۹-نصاب اور طریق تدریس پر نظر ثانی

مجلس عاملہ کی سالانہ نشستوں میں جامعۃ الفلاح دیگر مضامین کی مانند نصاب تدریس قرآن کا بھی مسلسل جائزہ لیتا رہا ہے۔ ایک جائزہ نصاب کے درمیان توازن کا لیا جاتا ہے کہ کس درجہ میں سورتوں کی مقدار کس قدر رہنی چاہیے۔ اس مسئلہ پر مسلسل نظر ثانی کی ضرورت اس لیے بھی محسوس کی جاتی رہی ہے کہ کبھی عالمیت پانچ سالہ رہا تو کبھی شش سالہ۔ اسی طرح فضیلت کبھی شش سالہ، کبھی ہفت سالہ اور آج کل ہشت سالہ ہے۔ چنانچہ سالوں کی کمی بیشی کے نتیجہ میں پورے قرآن کی تدریس کو یقینی بنانے کے سلسلہ میں ایسا کرنے کی ضرورت پیش آتی رہی ہیں۔

نظر ثانی کی ضرورت اس لیے بھی پیش آتی رہی ہے کہ علوم القرآن سے متعلق قدیم مصادر میں حذف وترمیم بھی تدریسی تجربہ کی بنیاد پر کی جاتی رہی ہے اور جدید مصادر کی طباعت کے بعد اس کی اہمیت کے پیش نظر انھیں بھی داخل نصاب کیا جاتا رہا ہے۔

نظر ثانی اس امر پر بھی ہوئی ہے کہ استخراجی طریقہ تدریس درست ہے یا محاضراتی اسلوب درس موزوں ہے۔ جامعۃ الفلاح کی مجلس تعلیمی کے معزز ارکان اس پہلو پر غور وفکر کرتے رہے ہیں۔ عصری درس گاہوں میں محاضراتی یعنی لکچر کا طریقہ رائج ہے اور بوجوہ یہی ممکن العمل بھی ہے۔ عالم اسلام کی بڑی درس گاہوں مثلاً جامعہ ازہر، ملیشیا اور پاکستان کے بڑے مدارس میں یہی طریقہ رائج ہے۔ جامعۃ الفلاح میں آغاز کار استخراجی (یعنی طلبہ کے ذریعہ حل عبارت، استخراج واستنباط مسائل) کے طریقہ کو رائج کیا گیا تھا جو ہنوز جاری ہے۔ عالمیت وفضیلت میں منتخب ومعدودے چند طلبہ کے درمیان اس طریقہ تدریس کو جاری وساری رکھنا چاہیے۔ اس میں انتظامی طور پر آسانی ہے اور طلبہ کی صلاحیت کو کئی گنا صیقل کرنے کا یہ گر بھی ہے۔

نظر ثانی اس پہلو سے بھی ہوتی رہی ہے کہ طلبہ سے ہی حل عبارت کی مشق کرائی جائے اور مشکل گھڑی میں استاذ مدد کرے۔ طلبہ لغات کی مدد سے خود سے صحیح مفہوم متعین

کر کے آئیں۔اس ضمن میں یہ مشورہ دیا گیا کہ صرف عربی لغات ہی سے استفادہ کریں۔اردو لغت کا استعمال جرم قرار دیا گیا۔نظرثانی کے اس مرحلے میں کبھی کبھی بعض تفاسیر اور لغات کی نشاندہی بھی کی جاتی رہی ہے۔جدید تعلیمی اداروں کی بورڈ آف اسٹڈیز میں یہ بحثیں تنویر واحیاء کی قدریں تصور کی جاتی ہیں۔

موجودہ نصاب کے تئیں دوران تدریس چند طلبہ کو متعین آیات کی درجوں میں تلاوت کرنا ہوتی ہے اس کے بعد طالب علم رواں اور لفظی ترجمہ کرتا ہے۔لفظی ترجمہ میں روانی کی خاطر ترجمانی کا اسلوب بھی سکھایا جاتا ہے۔تیسرے مرحلے میں نظم کلام، سیاق کلام، نزول آیات اور تعیین مطالب پر استاد روشنی ڈالتا ہے اور بچے انھیں اپنی لیاقت کے مطابق نوٹ کر لیتے ہیں۔

مولانا جلیل احسن ندوی جو جامعۃ الفلاح کے سب سے عظیم شیخ التفسیر رہ چکے ہیں، نے ۱۹۶۸ء میں طلبہ کے جس بیچ کو پڑھایا تھا اس کے نوٹس بعض طلبہ نے تیار کیے تھے۔مولانا ظفر الاثری (فضیلت ۱۹۶۹ء) نے اس طرح کے ۱۴ دروس کو ماہنامہ جریدہ حیات نو میں طبع کروا کر ایک علمی اضافہ کیا ہے۔ان کے مقالے کا سلسلہ ہنوز جاری ہے، اس مقالے کی پہلی دو قسطیں ہندوستان میں تدریس قرآن کے متعدد پہلو پر روشنی ڈالتی ہیں اور بطور خاص مولانا جلیل احسن ندوی کے طریقہ تدریس کے امتیازات کی وضاحت کرتی ہیں۔

مولانا جلیل احسن مرحوم کی مانند دیگر اساتذہ بھی اس طرز و اسلوب کے مطابق جامعۃ الفلاح میں تدریس قرآن کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔کبھی کبھی طلبہ اور اساتذہ کے درمیان کسی مسئلے پر بحث ومناقشہ میں کئی کئی دن لگ جاتے ہیں۔جامعۃ الفلاح میں بحث ونظر کی اس کھلی فضا کو تحسین کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔اس ضمن میں مولانا شہباز ہندی اصلاحی، مولانا ابوبکر اصلاحی، مولانا داؤد اکبر اصلاحی، مولانا عبدالحبیب اصلاحی، مولانا نعیم الدین اصلاحی اور مولانا محمد اسماعیل فلاحی کے اسماء گرامی بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

۱۰- مطالعہ قرآنیات کے نتائج کا تجزیہ

چوں کہ جامعۃ الفلاح محض تدریس قرآن کے لیے قائم نہیں کیا گیا ہے اس لیے صرف مطالعہ قرآنیات کے نتائج کا جائزہ ممکن نہیں ہے۔ایک جائزہ ایسا ضرور لیا جانا چاہیے کہ

طلبہ/ طالبات قرآن کی تعلیمات کے موافق ڈھل رہے ہیں یا نہیں۔ قرآن مجید چوں کہ آخری ہدایت نامہ ہے اس لیے اسے انسانیت تک پہنچانے کا عزم طلبہ کے اندر پیدا ہورہا ہے یا نہیں۔ دین کی اقامت اور شہادت حق کی ذمہ داری کا بوجھ اٹھانے کا ملکہ ان کے اندر پیدا ہورہا ہے یا نہیں یعنی یہ کہ قرآن کے داعی ومبلغ وہ بن رہے ہیں یا نہیں؟ یہ سوال فارغین جامعہ کے لیے قابل غور ہے کہ اس کی عملی تعبیر تلاش کرنا مادر علمی سے ان کی محبت کا تقاضہ بھی ہے!

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ اس طرح کے بعض جائزوں کا خوش آئند پہلو یہ سامنے آیا کہ جماعت اسلامی کے بانی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے افکار ونظریات کے متعدد ترجمان اس ادارے سے فراہم ہوئے جنھوں نے نہ صرف اردو زبان میں بلکہ انگریزی، عربی، ہندی، کشمیری، نیپالی اور متعدد مقامی زبانوں میں تحقیقات اسلامی کو پھیلانے میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ دوسری طرف مختلف صوبوں میں جماعت اسلامی اور اس کی طلبہ تنظیم ایس آئی او کے تنظیمی امور کی انجام دہی میں بھی اس ادارے نے ہراول دستے فراہم کیے ہیں اور تیسری طرف ہندو بیرون ہند قرآنیات کے متعلق ان کی تحقیقات مختلف موقر جرائد میں طبع ہوکر آچکی ہیں۔ متعدد فلاحی اساتذہ/طلبہ/ ریسرچ اسکالرز نے قرآنی موضوعات پر اوریجنل تحقیقات پیش کی ہیں۔ جامعۃ الفلاح کی قرآنی خدمات کا جائزہ ایک الگ مقالے کا متقاضی ہے اور یہ پہلو بھی سینکڑوں صفحات کا متقاضی ہے۔ مولانا محمد اسماعیل فلاحی نے جامعۃ الفلاح کی قرآنی خدمات پر ایک مقالہ شائع کیا ہے جو جریدہ حیات نو کی اشاعت ...... میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ ضرورت ہے کہ اسے کتابی شکل میں مفصل انداز میں دنیا کے سامنے لایا جائے۔

خلاصہ بحث

سطور بالا کے ذریعہ قارئین اندازہ لگاسکتے ہیں کہ تدریس قرآن کے مثالی نصاب کی تخلیق میں جامعۃ الفلاح کا نصاب اور طریقۂ تدریس قرآن فعال کردار ادا کررہا ہے۔ البتہ اس کے دعوے مزید ثبوتوں کے محتاج ہیں۔ فلاح کا نصاب تدریس قرآن، مذکورہ خائص کے علاوہ حقوق قرآن: ترتیل، تجوید، تحفیظ، تفہیم اور تبلیغ کی ادائیگی میں دیانت داری کا ثبوت پیش

کرنے میں سرگرم سفر ہے۔ تدریس قرآن کے اس علمی سفر میں اس نے کتمان حق کا ارتکاب نہیں کیا ہے۔ علمی، تحقیقی اور فنی حیثیتوں کو تدریس قرآن کا جز وتسلیم کرنا اور اسے عملاً نافذ کرنا نیز بندگان خدا تک قرآن کی دعوت کو پہنچانا اور اس مقصد کی خاطر طلبہ کی کھیپ کو میدان میں اتارنا جامعۃ الفلاح کا اہم کارنامہ ہے۔ فللہ الحمد والمنہ

آخر میں مولانا محمد فاروق خاں حفظہ اللہ ہندی مترجم قرآن کے مقالہ: ''قرآن کے تدریسی مسائل'' کاایک اقتباس ہدیہ ناظرین کرتاہوں۔ یہ مقالہ مولانا موصوف نے خود انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کے ایک قومی سمینار میں پیش کیا تھا۔ ''اساتذہ کے لیے کچھ ہدایات'' کے ضمن میں تحریر کرتے ہیں:

۱- قرآن کے اساتذہ سے ہماری درخواست ہے کہ وہ کوشش کریں کہ طلبہ کے اندر قرآن کا صحیح ذوق وشوق پیدا ہو۔ ان کے اندر طلب وشوق پیدا کیے بغیر قرآن پر لکچر ایسا ہی ہے جیسے کوئی لوہار لوہے کو گرم کیے بغیر اُس پر ضرب لگا کر کوئی ہتھیار بنانے میں لگا ہو۔

۲- ان کے اندر فکر وتدبر کی صلاحیت کو اُبھارنے کی کوشش ہونی چاہیے۔ کیوں کہ اس کے بغیر قرآن فہمی کے دروازے نہیں کھلتے۔ آپ قرآن کے جس حصے کی تعلیم دے رہے ہوں اسے کسی مروجہ تفسیر کے ذریعہ سے نہ پڑھائیں بلکہ تعلیم تقریر کے ذریعہ سے ہو۔ طلبہ کے سوالات کے جوابات دیئے جائیں۔ ان میں سوچ اور فکر کی عادت ڈالی جائے۔ طلبہ آپ کے پوچھے گئے سوالات کے جو جوابات دیں ان پر مفصل اور اطمینان بخش تبصرہ کریں۔ اور بتائیں کہ جواب اگر صحیح نہیں ہے تو کیوں؟ اور ان کے صحیح جوابات پر تحسین فرمائیں۔

۳- اگلے روز قرآن کا جو حصہ پڑھانا ہو اس کے سلسلے میں پیدا ہونے والے اہم سوالات سے انھیں پہلے سے باخبر کردیں تاکہ طلبہ کو غور وفکر کا پورا موقع مل سکے۔

۴- کوشش یہ ہونی چاہیے کہ طلبہ کو لاطائل اور فضول مباحث سے دلچسپی نہ ہو، دلچسپی انھیں کلام الٰہی کے اسرار ومعارف سے ہو۔

۵- آپ کی کوشش یہ ہو کہ طلبہ اس راز کو پالیں کہ جب تک ان کی زندگی قرآن کے نور سے منور نہ ہوگی وہ حقیقت میں قرآن سے بے بہرہ رہیں گے۔ خواہ ظاہری طور پر انھوں

نے قرآن کے بارے میں کتنی بیش قیمت معلومات کیوں نہ فراہم کرلی ہوں۔

۶-کوشش یہ ہوکہ قرآن فکروعمل کے لحاظ سے طلبہ میں ایک ایسا انقلاب برپا کردے جو انھیں چین سے نہ بیٹھنے دے۔ جو آگے چل کر انھیں باطل سے اس طرح برسرپیکار کردے جس طرح روشنی ظلمت سے ہمیشہ برسرپیکار رہتی ہے۔ اور کسی حال میں اس سے سمجھوتے پر راضی نہیں ہوتی۔ جب تک ظلمت کا خاتمہ نہ ہوجائے اُسے قرار میسر نہیں آتا۔[۴]

حواشی وتعلیقات

۱۔ نصاب ونظام جامعۃ الفلاح نیز ابتدائی حالات کی تفصیل کے لیے مطالعہ کریں، کتاب راقم: تاریخ جامعۃ الفلاح، ادارہ علمیہ جامعۃ الفلاح، بلریا گنج، اعظم گڑھ، نومبر ۲۰۱۲ء کے متعدد ابواب۔

۲۔ تفصیل کے لیے رجوع کریں: عبدالرحیم قدوائی، پیش لفظ، مدارس میں قرآن کریم کی تدریس کا نصاب اور طریقہ کار، مجموعہ مقالات، مرتبہ: ڈاکٹر مبین سلیم ندوی ازہری، خلیق احمد نظامی مرکز علوم القرآن، اے ایم یو، علی گڑھ، ۲۰۱۸ء، ص:۹

۳۔ مختلف سالوں میں مجلس تعلیمی نے جن کتب کی سفارش کی ہے ان کی تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں مقالہ راقم، جامعۃ الفلاح میں قرآن مجید کی تدریس اور طریقہ کار، مشمولہ در مدارس میں قرآن کریم کی تدریس کا نصاب اور طریقہ کار، حوالہ سابق، ص ص ۱۸۶-۱۸۸

۴۔ مولانا محمد فاروق خاں، قرآن کے تدریسی مسائل، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، دہلی، فروری ۲۰۱۱ء، ص ص ۴۷-۴۸

عدل اجتماعی

میثاق مدینہ کے تناظر میں

محمد اسامہ عظیم فلاحی

پنجاب یونیوسٹی، پٹیالہ

اسلام کی تمام تعلیمات عدل پر مبنی ہیں، خواہ یہ تعلیمات انفرادی زندگی سے متعلق ہوں یا اجتماعی زندگی سے۔ انسانی تہذیب وتمدن کی گاڑی عدل اجتماعی کے بغیر ایک قدم نہیں چل سکتی۔ رب کائنات کو لے بھی کچھ نہ کچھ عدل اجتماعی کی پاسداری پر مجبور ہوتے ہیں۔ دنیا میں حقیقی عدل اجتماعی کا قیام صالح اہل ایمان کے ذریعے ہی ممکن ہے، کیونکہ انہیں کے پاس وہ حقیقی بنیادیں ہیں جس کی بنیاد پر عدل اجتماعی اپنی کامل شکل میں قائم ہوسکتا ہے۔

عدل اجتماعی کے لیے ایک ایسی ریاست کا ہونا ضروری ہے جس کی بنیاد وحی پر ہو، کیوں کہ عدل اجتماعی کو اگر کسی ایسی ریاست کے حوالے کردیا جائے جس کی بنیاد صرف عقل انسانی ہوتو پھر عدل اجتماعی کا تصور ناممکن ہے، کیوں کہ عقل اپنے ماحول سے حد درجہ متاثر ہوتی ہے، اور اس پر کئی دوسرے عوامل کا اثر بھی پڑتا ہے، اور نتیجتاً عدل اجتماعی ایک خواب بن کر رہ جاتا ہے۔ مدینہ تشریف آوری کے بعد جب نبی اکرم ﷺ کو رسول کے ساتھ ساتھ حاکم بھی تسلیم کرلیا گیا تو اس بات کی اشد ضرورت محسوس ہوئی کہ ایک ایسی دستاویز تیار کی جائے جس میں مدینہ کے تمام قبائل اور مذاہب کے ماننے والوں کے حقوق و فرائض متعین کردیے جائیں، چنانچہ اس ضرورت کی تکمیل میثاق مدینہ کی شکل میں ہوئی۔ ۶۳ دفعات پر مشتمل یہ

دستاویز دنیا کا پہلا تحریری دستور بنا جس میں معاشرے کے ہر فرد کو مذہبی آزادی کے ساتھ ساتھ ہر ایک کی ذمہ داریاں اور حقوق یکساں طور پر متعین کر دیے گیے، جس کو ہر شخص اور قبیلے نے بخوشی قبول کیا، اور یہ دنیا کا پہلا عدل پر مبنی تحریری دستور وجود میں آیا۔

اس مقالے میں اس بات کا جائزہ لیا گیا ہے کہ ریاست مدینہ میں عدل اجتماعی کے تصور کو سامنے رکھ کر مختلف قبائل اور مذاہب کے ماننے والوں کو کیا کیا حقوق اور ضمانتیں ملیں۔

تعارف

عدل، مصدر ہے، اس کا مادہ ع، د، ل ہے۔ اس کے معنی برابری، مساوات اور انصاف کے ہیں۔ عربی کی مشہور لغت، لسان العرب میں اس کا معنی ہے، ''**انہ مستقیم و ھو ضد الجور**''۔ عدل، اس کا معنی سیدھا ہے اور جور کی ضد ہے۔

عدل کا مفہوم مختلف مناسبتوں کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے۔ عدل کا ایک مفہوم یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنی ذات اور اپنے رب کے درمیان عدل کرے، دوسرا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ اپنی ذات کے ساتھ عدل کرے، یعنی اپنی ذات کو ایسی باتوں اور چیزوں سے دور رکھے جو جسمانی اور روحانی نقصان کا باعث بنے، اور تیسرا مفہوم یہ ہے کہ اپنی ذات اور مخلوق کے درمیان عدل کرے، جس کا جو حق ہے اسکو اسکا حق دے۔ اسلامی شریعت میں عدل ان تمام معانی میں استعمال ہوا ہے۔

انبیاء کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد عدل وقسط کا قیام رہا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

> ''یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں کے ساتھ بھیجا اور انکے ساتھ کتاب اور میزان نازل کیا تا کہ لوگ عدل و انصاف پر قائم ہو جائیں اور ہم نے لوہا نازل کیا جس میں سخت جنگی قوت ہے اور لوگوں کے لیے بعض دوسرے منافع بھی''۔(الحدید)

یہ مقصد اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتا جب تک کہ طاقت وقوت کے مراکز اس کے ساتھ نہ ہوں، کیونکہ حقیقی اور ہمہ جہت عدل کا قیام صالح نظام حکومت سے جڑا ہوا

ہے۔چنانچہ جب صالح لوگوں کے ہاتھ میں نظام آتا ہےتو قرآن یہ ہدایت دیتا ہے:

''اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کروتو عدل کرو'۔(النساء،۵۸)

اسلام کے عادلانہ نظام کی روح اور مزاج پر گفتگو کرتے ہوے اس آیت کے ذیل میں سید قطبؒ لکھتے ہیں:

''عدل وانصاف سب انسانوں کے لیے عام ہے،صرف مسلمانوں کے مابین انصاف نہیں،صرف اہل کتاب کے ساتھ انصاف نہیں! سارے انسانوں کے ساتھ انصاف! خدائی نظام میں انصاف پانے کا حق ''انسان'' ہونے کی صفت پر مترتب ہوتا ہے اور یہ وہ صفت ہے جس میں تمام انسان ،مومن،اور کافر، دوست اور دشمن،کالے اور گورے،عربی اور عجمی ،مشترک اور متحد ہیں، اور امت مسلمہ انسانوں کے مابین عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے کی ، جب بھی وہ فیصلہ کرے، ذمہ دار ہے،۔اس طرح کے انصاف سے بنی نوع انساں کبھی بھی مستفید نہ ہوسکی، بجز اس کے کہ ایسا عدل اسلام کے ہاتھوں قائم ہوا،مسلمانوں کے فیصلوں کے ذریعے سامنے آیا اور نوع انسانی کے لیے اسلامی قیادت کے دور میں یہ انصاف ملا۔سب انسانوں کے لیے اس بے لاگ انصاف سے نوع انسانی اسلامی قیادت کے عہد سے قبل بھی محروم تھی اور اسلامی قیادت کے دور کے بعد بھی محروم ہے۔حقیقت یہ ہیکہ نوع انسانی نے اس بزرگ اور شریف صورت میں انصاف کا مزہ اسلامی قیادت کے سوا کبھی نہیں چکھا کہ وہ سب انسانوں کوصرف اس بنا پر حاصل ہوتا ہو کہ وہ ''انسان'' ہیں،''انسانیت'' کی صفت کے علاوہ جس میں سب انسان مشترک ہیں،کسی اورصفت کی بنیاد پرنہیں۔یہی اسلام میں فیصلے کی بنیاد ہے''۔

(فی ظلال القرآن)

جب اسلام کی بنیاد ہی عدل پر قائم ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اجتماعی زندگی میں اس کی عادلانہ رہنمائی نہ ہواور پھر عملاً نبی اکرمﷺ نے اسکو اجتماعی طور پر نافذ نہ کیا ہو۔چنانچہ عدل اجتماعی کا سب سے پہلا قدم میثاق مدینہ کی شکل میں سامنے آتا ہے۔

اس میثاق کے کے متعلق مشہور مصری سیرت نگار محمد حسین ہیکل کہتے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ کے ذریعے لکھی گئی چودہ سو سال قبل اس سیاسی دستاویز نے اس وقت کے لوگوں کو فکر وعقیدے کی آزادی فراہم کی اور جان ومال اور ریاست کی عظمت کو اجاگر کیا، یہ اس زمانے کی سیاسی اور سماجی زندگی میں ایک انقلاب تھا، جب کہ ہر طرف انارکی اور فساد پھیلا ہوا تھا''۔

(لائف آف محمد، ص۸۳)

عدل اجتماعی دور جدید کی اصطلاح ہے۔آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق عدل اجتماعی کا معنی ہے۔

Justice in term of the distribution of wealth opportunities and privileges within a society.

''ایک معاشرے میں دولت، مواقع اور حقوق کی عادلانہ تقسیم''۔

کولنس ڈکشنری میں سوشل جسٹس کی درج ذیل تعریف بیان کی گئی ہے:

The principle that all members of society have equal rights and opportunities

''یہ اصول کہ معاشرے کے ہر فرد کو یکساں حقوق اور مواقع حاصل ہوں گے''۔

درج بالا تعریفات عدل اجتماعی کا ناقص تصور پیش کرتی ہیں۔ یکساں حقوق، یکساں مواقع اور منصفانہ دولت کی تقسیم سے عدل اجتماعی کا مکمل قیام ممکن نہیں، بلکہ اس کے لیے مزید چند اور چیزوں کی ضرورت ہے۔

اسلامی عدل اجتماعی کی بنیادیں تین ہیں:

۱۔عقیدے اور فکر کی آزادی۔

۲۔مساوات۔

۳۔اجتماعی کفالت۔(**العدالة الاجتماعية فی الاسلام، سيد محمد قطب**)

اسلامی عدل اجتماعی کی مذکورہ بالا بنیادوں پر سب سے پہلے عمل میثاق مدینہ کے ذریعے ہوا، جس میں معاشرے کے تمام طبقات کو یکساں حقوق عطا کیے،سب کی یکساں ذمہ داریاں

متعین کی گئیں،عقیدے اور فکر کی مکمل آزادی دی گئی اور سماج کے کمزار افراد کی کفالت سب کی ذمہ داری قرار پائی۔۶۳ دفعات پر مشتمل یہ قانونی دستاویز اس طرح سے دنیا کا پہلا تحریری دستور بنا۔آگے عدل اجتماعی کے حوالے سے اس دستاویز کا جائزہ لیا جائے گا۔

عقیدے اور مذہب کی آزادی

عدالت اجتماعی کا قیام اس وقت تک محال ہے جب تک کہ انسانوں کو دنیا کی ہر قسم کی غلامی سے آزاد نہ کرالیا جائے اور اس کو اپنی خواہش کے مطابق کسی بھی عقیدے اور فکر کو اختیار کرنے کی آزادی حاصل ہو جائے۔ یہ آزادی دنیا کی کوئی طاقت اس سے چھین نہیں سکتی۔ اسلام انسانوں کو بندوں کی غلامی سے نکالتا ہے اور آزادی کی فضاء میں لا کر الٰہی ہدایات اس کے سامنے رکھ دیتا ہے، پھر اسکو اختیار دیتا ہے کہ وہ چاہے تو اسکو قبول کرے یا رد کردے۔قبول کرنے کی صورت میں دنیا و آخرت کی بھلائی نصیب ہوگی ورنہ رد کرنے کی صورت میں بھی اسکو اپنے اجتماعی حقوق سے محروم نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس کو وہ تمام حقوق ملیں گے جو اسلامی ریاست میں اہل اسلام کو ملتے ہیں۔

میثاق مدینہ میں دفعہ ۳۶ کے تحت مذہبی آزادی کے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے۔

> و ان یھود بنی عوف امۃ مع المؤمنین، للیھود دینھم و للمسلمین دینھم، موالیھم و انفسھم الا من ظلم و اثم فانہ لا یوتغ الا نفسہ .
>
> ''اور بنی عوف کے یہودی، مومنین کے ساتھ ایک سیاسی وحدت تسلیم کیے جاتے ہیں، یہودیوں کے لیے ان کا دین اور مسلمانوں کے لیے انکا دین، موالی ہوں یا اصل، ہاں جو ظلم کا ارتکاب کرے تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوا کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا''۔

یہ مذہبی آزادی صرف کسی ایک ہی گروپ کو نہیں ملی، بلکہ دفعہ ۳۱ تا ۴۰ تک ریاست مدینہ میں آباد یہودی قبائل ، بشمول بنی نجار، بنی حارث، بنی ساعدہ، بنی جشم ، بنی الاوس، بنی ثعلبہ، بنی شطیبہ وغیرہ تمام کا تذکرہ الگ الگ کیا گیا ہے اور لکھا گیا ہے کہ ان تمام کو مذہبی

آزادی حاصل ہوگی، نیز یہ بھی واضح کیا گیا کہ ان یہودی قبائل کی ذیلی شاخوں اور ان کے موالی کو بھی مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ تاہم اقلیتوں کو اتنی واضح مذہبی آزادی عطاء کیے جانے پر صرف ایک بنیادی شرط کا پابند کیا گیا کہ وہ دستور کی پابندی کریں گے۔

و ان البر دون الاثم .

''ان سے وفا شعاری نہ کہ عہد شکنی کی توقع کی جاتی ہے''۔

غالب قوتوں کا یہ شیوہ رہا ہے کہ وہ جہاں غلبہ پاتی ہیں وہاں نہ صرف اپنے افکار و نظریات تھوپتی ہیں بلکہ اپنے رسوم ورواج کو بھی مختلف پالیسیوں کے تحت مقامی آبادی کو اپنے رنگ میں رنگنے کی مختلف قسم کے حربے اپناتی ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ میثاق مدینہ میں نہ صرف مذہبی آزادی کا خیال رکھتے ہیں بلکہ اس دستور کے آرٹیکل ۵ تا ۱۲ تک میں اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ مہاجرین قریش، بنی عوف، بنی حارث، بنی ساعدہ، بنو جشم، بنو نجار بنو نبیت اور بنو اوس خوں بہا کی ادائیگی کے لیے اپنے قبائلی قوانین کی پابندی کریں گے۔

مساوات

اسلامی حکومت کی نظر میں تمام انسان برابر ہیں، ایک شہری ہونے کے ناطے تمام لوگوں کے حقوق و فرائض یکساں ہوتے ہیں۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی کالے کو کسی گورے پر، کوئی فضیلت حاصل نہیں ہوگی۔ ریاست کی ترقی میں تمام شہری اپنا کردار ادا کریں گے۔ اسلام ان تمام عناصر عصبیت سے برائت کا اظہار کرتا ہے جس پر اسلام سے پہلے قبائلی اور ملکی زندگی چل رہی تھی اور آج بھی ان تعصّبات سے پاک ہے جن کی بنیاد پر امریکی گورے سیاہ فام لوگوں پر ظلم کرتے ہیں، یہودی اور براہمن اپنے علاوہ دنیا کے دیگر لوگوں کو حقیر سمجھتے ہیں، سرحدی لائنوں کی بنیاد پر اخلاقیات بدل جاتی ہیں، جب کہ اسلامی مساوات کی بنیاد صرف انسانیت ہے۔ ''اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی''۔ (بنی اسرائیل،۷۰) میثاق مدینہ کے تحت تمام شہری اور قبائل ایک امت قرار پائے۔ چنانچہ آرٹیکل ۳ کے تحت تمام دنیا کے لوگوں کے مقابل میثاق مدینہ میں شریک فریقوں کو ایک وحدت قرار دیا گیا۔

''انهم امة واحدة من دون الناس''

میثاق مدینہ کی اس اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے جناب ڈاکٹر طاہر القادری دفعہ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''مملکت کے اندر دینی اور مذہبی وحدت کے علاوہ موجود دیگر اکائیوں کو ایک جاندار ریاستی کردار عطاء کرنے کے لئے ضروری تھا کہ انہیں بھی ایک ایسا باوقار سیاسی و ریاستی مقام دیا جاتا کہ وہ بھی اپنے آپ کو ایک فعال عضو تصور کرتے ہوئے ایک ذمہ دار کردار ادا کریں۔اس لیے وہ تمام فریق جن کے درمیان میثاق مدینہ طے پایا اور انکی اتباع میں مستقبل میں اس میثاق میں شریک ہونے والے فریقوں کو میثاق مدینہ کے تحت وحدت قرار دیا گیا''۔(میثاق مدینہ کا آئینی تجزیہ،ص ٦٨)

دستور مدینہ کے تحت تمام گروہوں ،قبائل اور افراد کی جان و مال کی یکساں حفاظت کی ضمانت دی گئی۔

وان من تبعنا من یھود فان له النصر و الاسوۃ غیر مظلومین ولا متناصر علیھم.

''اور یہودیوں میں سے جو ہماری (ریاست مدینہ) اتباع کرے گا اس کو مدد اور مساوات حاصل ہوگی، جب تک وہ اہل ایمان پر ظلم کا مرتکب نہ ہو یا انکے خلاف مدد نہ کرے''۔(دفعہ،٢٠)

و انه من خرج آمن و من قعد آمن بالمدینة، الا من ظلم و اثم.

''اور جو جنگ کے لئے نکلے اور جو نہ نکلے، دونوں امن کے مستحق ہونگے سوائے اس کے جو ظلم اور قانون شکنی کا مرتکب ہو''۔(دفعہ٦٢)

رسول اکرم ﷺ کی مدینہ آمد کے بعد خارجی حملوں کا ہر وقت کھٹکا لگا رہتا تھا حتی کہ صحابہ ہر وقت مسلح ہوتے تھے، چنانچہ دستور مدینہ میں یکساں مذہبی ،فکری آزادی اور جان و مال کے تحفظ کی ضمانت دیے جانے کے بعد ریاست کی بقا اور تحفظ کی ذمہ داری بھی یکساں طور پر عائد کی گئی۔جنگ ہونے کی صورت میں خرچ کی ذمہ داری ہر فریق پر یکساں عائد کی گئی۔

وان علی الیھود نفقتھم و علی المسلمین نفقتھم.

''اور جنگ کی صورت میں یہود اپنا خرچ برداشت کریں گے اور مسلمان اپنا

خرچ برداشت کریں گے‘‘(دفعہ،۴۷)

نیز جنگ کی صورت میں ایک دوسرے کی مدد لازمی ہوگی۔(دفعہ۔۴۵)

وان بینهم النصر علی من حارب اهل هذه الصحیفة

جنگ ہونے کی صورت میں سب کو اپنے سمت کی مدافعت کرنی ہوگی۔(دفعہ،۵۷)

علی کل اناس حصتهم من جانب اللذی قبلهم.

مدینے کی خارجی حملوں سے حفاظت کی یکساں ذمہ داری تقسیم کیے جانے کے بعد ضروری تھا کہ اس ترقی پذیر ریاست کی حفاظت اورامن وامان کو بھی یقینی بنا دیا جائے تا کہ عدل اجتماعی کے تصور پر قائم یہ ریاست امن کا گہوارہ بن سکے۔چنانچہ دفعہ ۴۹ کے تحت ریاست میں خون خرابے اور جنگ کو حرام قرار دے دیا گیا۔

و ان یثرب حرام جوفها لاهل هذه الصحیفة.

اجتماعی کفالت

کوئی معاشرہ اس وقت تک مضبوط اور مستحکم نہیں رہ سکتا جب تک کہ اس معاشرے میں مضبوط اجتماعی کفالت کا نظام نہ ہو۔موجودہ دور کے نظاموں نے اپنے قوانین میں مذہبی آزادی دینے اور مساوات کے نام پر چند چیزوں کے لیے راستہ تو کھولا ہے لیکن اجتماعی کفالت کا کوئی نظام پیش کرنے سے ہنوز قاصر ہے، کیونکہ یہ سارے نظام ہائے حکومت مادہ پرست اور ملحدانہ افکار و خیالات کا نتیجہ ہیں، جو کسی قسم کی اجتماعی اخلاقیات پیدا کرنے میں ناکام ہی رہیں گے۔

اسلام صرف فکر وعقیدے کی آزادی اور مساوات انسانی پر ہی اکتفا نہیں کرتا بلکہ اپنے شہریوں کو ایک مضبوط کفالت کا ایسا نظام بھی فراہم کرتا ہیکہ جس کے بغیر عدل اجتماعی اپنی مکمل شکل میں قائم نہیں ہوسکتا۔

کفالت کی ایک شکل یہ ہوتی ہیکہ انسان خود اپنی ذات کے لیے متاع دنیا کو اس طرح حاصل کرے کہ اس کی فطرت میں فساد نہ پیدا ہو۔

و ابتغ فیما اتاک اللہ الدار الاخرۃ و لا تنس نصیبک من الدنیا.

''اور جو کچھ اللہ نے دیا ہے اس میں آخرت کا حصہ چاہو اور دنیا کا اپنا حصہ بھول نہ جاؤ''(القصص،۷۷)

یبنی ادم خذوا زینتکم عند کل مسجد و کلوا و اشربوا ولا تسرفوا.

''اے بنی آدم! ہر نماز کے وقت زینت اختیار کرو اور کھاؤ پیو البتہ اسراف نہ کرو''۔(الاعراف،۳۱)

کفالت باہمی کی دوسری شکل اپنی ذات اور خاندان ہے، جو والدین کے حقوق سے شروع ہو کر تمام رشتہ داروں تک پھیل جاتی ہے۔

کفالت کی تیسری اہم شکل اجتماعی مصالح کی بنیاد پر باہمی تعاون ہے۔ارشاد باری تعالی ہے:

تعاونوا علی البر و التقوی ولا تعاونوا علی الاثم و العدوان.

''نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو البتہ گناہ اور زیادتی کے کاموں تعاون نہ کرو''(المائدۃ،۲)

غریبوں، ناداروں اور فقراء کی کفالت سماج کی ذمہ داری قرار دی گئی ہے، چنانچہ زکوۃ کا پورا نظام قائم کیا گیا ہے، جس کے ذریعے سماج کے کمزور ترین افراد کی مدد کی جاتی ہے، اور پھر یہ کہ امت مسلمہ ایک جسد واحد ہونے ناطے اس کے افرادنہ صرف اپنے کمزور افراد کا تعاون اور کفالت کرتے ہیں بلکہ تمام انسانیت کی خدمت بھی اس کے کندھوں پر ہوتی ہے۔

ایک خوشحال ریاست کی بقاء وترقی باہمی تعاون اور کفالت پر منحصر ہے۔اہل ثروت اگر کمزوروں اور حاجت مندوں کی مدد اپنی ذمہ داری نہ سمجھیں تو اجتماعی عدل کا تصور کبھی بھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔چنانچہ میثاق مدینہ کی دفعہ ۱۳ اور ۱۴ میں اہل ایمان کی ذمہ داری بتاتے ہوئے کہا گیا ہے:

و ان المئومنین لا یترکون مفرحا بینھم ان یعطوہ بالمعروف

فی فداء او عقل

''اور ایمان والے کسی قرض کے بوجھ سے دبے ہوئے شخص کی مدد کیے بغیر نہیں چھوڑیں گے''۔

میثاق مدینہ کے نفاذ کے چند مہینوں بعد ہی زکوۃ اور دیگر سماجی احکام نازل ہونا شروع ہو گئے اور میثاق مدینہ کے ذریعے دیا گیا عدل اجتماعی کا تصور جلد ہی عملی دنیا میں چلتا پھرتا نمونہ بن گیا، جہاں ہر مذہب کو آزادی ملی، حقیقی عدل و مساوات قائم ہوا اور معاشرے میں ایک مظبوط باہمی کفالت کا نظام دنیا کے سامنے آیا جس کی برکتوں سے آج بھی فائدہ اٹھانے والے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

خلاصۂ بحث

ایک تکثیری سماج میں عدل اجتماعی کا قیام اس کے بقا و ترقی کے لیے لازمی ہے ورنہ سماج کسی بھی وقت بدامنی اور خلفشار کا شکار ہوسکتا ہے۔مختلف عقائد و افکار کے ماننے والے افراد اور طبقات کو ایک ساتھ لے کر چلنا عدل اجتماعی کے بغیر ناممکن ہے۔

نبی رحمت ﷺ کی آمد سے قبل کسی ملک یا سماج میں اسکا اکثریتی طبقہ سیاہ و سفید کا مالک ہوتا تھا۔اقلیتوں کی حیثیت غلاموں جیسی ہوتی تھی، طاقتور طبقہ کمزور طبقات پر ظلم کرتا تھا۔لیکن مدینہ میں جب اسلام ایک ریاست کی شکل میں دنیا کے سامنے آیا اور رسول اکرم ﷺ اس کے حاکم تسلیم کر لیے گئے تو تاریخ میں پہلی دفعہ ایسا ہوا کہ ریاست کے تمام طبقات حقیقی عدل اجتماعی کے تصور سے آشنا ہوئے اور باوجود اس ریاست میں مسلمانوں کے غالب ہونے کے تمام طبقات دستوری طور پر برابر قرار پائے، انہیں مذہبی آزادی اور مساوات عطاء کرنے کے ساتھ ساتھ اجتماعی کفالت کے نظام کو نافذ کرکے ریاست مدینہ کو ایک آئیڈیل ریاست میں بدل دیا گیا اور عملی طور پر عدل اجتماعی ریاست کی روح بن گئی۔

اصطلاحی طور پر عدل اجتماعی عصر حاضر کا نعرہ ہونے کے باوجود اب تک حقیقی معنوں میں اس کے مکمل قیام کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکا ہے۔سارے بلند بانگ دعوؤں کے باوجود آج بھی دنیا کے ترقی یافتہ جمہوری و غیر جمہوری ممالک میں عدل اجتماعی اپنی مکمل شکل میں قائم

نہیں ہوسکا ہے، جس کی وجہ سے آئے دن وہاں بدامنی اور خانہ جنگی کے شعلے بھڑک اٹھتے ہیں اور ملک کا امن امان تاراج ہوتا ہے۔

موجودہ گلوبل دنیا میں آبادیوں کی منتقلی نے عدل اجتماعی کو ایک ضرورت بنا دیا ہے۔ ہر ملک میں ہر مذہب اورعقیدے کے ماننے والے افراد بستے ہیں، چنانچہ ریاست کو چلانے اور ترقی یافتہ بنانے میں تمام افراد کے کردار کو یقینی بنانے کے لیے وہاں پر عدل اجتماعی ایک لازمی ضرورت ہوگی۔اس سلسلے میں میثاق مدینہ انتہائی اہم رول ادا کر سکتا ہے۔ البتہ تاریخی حقائق اوراب تک کے تجربات کی روشنی میں یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ حقیقی عدل اجتماعی کا قیام اسی وقت ممکن ہے جب ریاست کی باگ ڈور مادہ پرست ملحدانہ افکار ونظریات کے ماننے والوں کے بجائے خوف خدا اور احساس جوابدہی کے حامل افراد کے ہاتھوں میں ہو، کیونکہ خوف خدا اور خوف آخرت ہی کسی حاکم کو عدل کے قیام پر مجبور کرسکتا ہے ورنہ خوف خدا سے عاری افراد سماج میں طبقاتی کشمکش پیدا کر کے صرف اپنے سیاسی مقاصد پورے کرتے ہیں اور معاشرے تباہ ہو جاتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔فی ظلال القرآن، سید قطب، مترجم، سید حامد علی۔ نیو کریسنٹ پبلشنگ کمپنی دہلی۔

۲۔ میثاق مدینہ کا آئینی تجزیہ، ڈاکٹر طاہر القادری، منہاج القرآن پبلیکیشنز، لاہور۔۲۰۱۲

۳۔سیرۃ النبی، علامہ شبلی نعمانی، دارالمصنفین، اعظم گڑھ یوپی

۴۔ رحمۃ للعالمین، قاضی سلیمان منصور پوری،

۵۔الوثائق السیاسیۃ فی العہد النبوی والخلافۃ الراشدۃ، محمد حمید اللہ، دار النفائس، بیروت ۱۹۸۷

6. Life of Muhammad, Muhammad Husayn Hykal transleted by Ismail Raji Al- Farouqi.New crescent Publishing Compny, Delhi,

پیارے ابا جان!

(قاری قربان احمد صاحب)

ابرار احمد فلاحی ابن قاری قربان احمد فلاحی
موبائل: 8934874363

نام

آپ کا پورا نام قربان احمد تھا۔آپ کی شہرت ملک و بیرون ملک قاری صاحب سے تھی۔آپ کے والد کا نام نور محمد اور والدہ کا نام سکینہ تھا اور اہلیہ کا نام صافیہ خاتون تھا۔جو صوم وصلوۃ کی پابند بہت ہی نیک اور صالح تھیں۔ان کا انتقال ۶؍جون ۲۰۰۹ میں دل کا دورہ پڑنے سے ہوا۔اللہ تعالی سے دعا ہے کہ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا کرے۔آمین۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۹۳۴ء موضع کاری ساتھ میں ہوئی تھی۔آپ بھائی بہنوں میں سب سے چھوٹے تھے۔آپ کے بڑے بھائی بشیر احمد عرف محمد بیکانو اور بڑے بہن نبیہ النساء ان دونوں لوگوں کا کچھ سال قبل انتقال ہوگیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔ایک بڑی بہن جو آپ سے بڑی ہیں جن کا نام محرم النساء ہے، الحمد للہ باحیات ہیں اور بھی بھائی بہن تھے جو طاعون کی بیماری میں انتقال کر گئے۔اللہ تعالی مرحومین کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے۔آمین۔

وفات

آپ کی وفات ۲۳؍جنوری ۲۰۱۹ء مطابق ۱۶؍جمادی الاولیٰ ۱۴۴۰ھ بروز بدھ بعد نماز مغرب ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔اللہ تعالیٰ سے دعاہے کہ اللہ تعالیٰ والد صاحب کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔ آمین اور ان کے اہل وعیال رشتہ داروں اور دوستوں کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین۔

والد صاحب نے جنازہ کی نماز کے لیے دو لوگوں کو وصیت کی تھی۔ ایک آپ کے شاگرد خاص شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر قاری ظفر الاسلام صاحب انوارالعلوم مئو، حضرت مولانا سلامت اللہ صاحب اصلاحی ومدنی، ان دونوں میں سے کوئی بھی۔اس لیے وصیت کے مطابق آپ کی جنازہ کی نماز آپ کے شاگرد خاص شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر قاری ظفر الاسلام صاحب نے آپ کے آبائی گاؤں کاری ساتھ میں پڑھائی۔ آپ اپنے خاندانی قبرستان میں ہی مدفون ہوئے۔

پسماندگان

تین بیٹے ڈاکٹر عرفان احمد اعظمی، مولوی ابرار احد فلاحی، اسرار احمد اعظمی دو بیٹیاں شبنم آرا بیگم، شمیم آرا بیگم۔ الحمدللہ تمام حضرات شادی شدہ اور باحیات ہیں۔ ماشاءاللہ آپ پوتے پوتیاں پڑپوتے پڑپوتیاں اور نواسے نواسیاں والے تھے۔ الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو طویل عمر عطا کی تھی۔

وطن

آپ کا گاؤں قصبہ گھوسی سے دکھن جانب تقریباً تین کلومیٹر پر ایک قدیم مسلم آبادی جس کا نام کاری ساتھ ہے، آپ اسی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ یہی گاؤں آپ کی جائے پیدائش بھی ہے اور مسکن بھی۔ یہ گاؤں ضلع اعظم گڑھ میں تھا بعد میں مئو میں چلا گیا۔ اس گاؤں کی آبادی تقریباً ڈھائی سے تین سو تک کی ہے۔ یہاں پر بڑے بڑے علماء کرام اور مفکر اسلام پیدا ہوئے۔ جس میں سے ایک عظیم شخصیت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بھی تھی۔

ابتدائی تعلیم

شیخ الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب فتح پوریؒ کی سرپرستی میں قاری عبدالقیوم صاحبؒ کے ذریعہ ہوا۔ اور بھی ابتدائی استاد رہے ہوں گے جس کا مجھے علم نہیں ۔ اس کے بعد حفظ کی تعلیم کے لیے جون پور کے مشہور ومعروف گاؤں مانی کلاں کی جامع مسجد میں چلے گئے، اس زمانہ میں وہاں حفظ کی تعلیم جامع مسجد ہی میں ہوتی تھی ۔ آپ اور آپ کے درسی ساتھی حضرت مولانا وحید احمد قاسمی صاحب جو اسی گاؤں مانی کلاں کے تھے ۔ آپ دونوں نے ایک ساتھ حفظ قرآن مکمل کیا ۔ آپ دونوں لوگوں کے استاذ حضرت عبدالحیٰ صاحب تھے جنہوں نے آپ دونوں لوگوں کا حفظ مکمل کرایا۔ اللہ آپ کے استاد حضرت عبدالحیٰ صاحب کو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا کرے ۔ آمین ۔ آپ حضرت مولانا وحید احمد صاحب قاسمی کے گھر پر رہتے تھے ۔ آپ نے ان کے گھر پر رہ کر حفظ مکمل کیا اللہ ان کے گھر کے تمام لوگوں کو اجرعظیم عطا کرے ۔ آمین

حفظ مکمل کرنے کے بعد آپ دارالعلوم مؤ چلے آئے ۔ آپ نے دارالعلوم مئو سے قرأت کا کورس مکمل کیا۔ الحمدللہ آپ قرأت سبع سے بھی واقف تھے۔ ماشاء اللہ آپ کی بلند آواز لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی، جب آپ قرأت کرتے یا قرآن پڑھتے لوگ سکوت اختیار کر لیتے ۔ اللہ تعالیٰ حفظ وقرأت کی برکت سے آخرت میں ان کے درجات کو بلند کرے ۔ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور ان کی مغفرت فرمائے ۔ آمین ۔

آپ کے حفظ کے ساتھی وحید صاحب دارالعلوم دیوبند چلے گئے وہاں انہوں نے مکمل تعلیم حاصل کی پھر برما چلے گئے آپ حضرت مولانا وحید احمد صاحب قاسمی سے جانے جاتے تھے ۔ آپ وہی پر مقیم ہو گئے ۔ اس کے بعد کچھ معلوم نہیں ہوا کہ وہ کس حال میں ہیں ۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ان کو خیر وعافیت سے رکھے ۔ آمین ۔

والد صاحب حفظ، تجوید وقرأت مکمل کرنے کے بعدع آپ پھر واپس حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ کی تربیت میں آ گئے، کچھ عرصہ کے بعد آپ نے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ سب سے پہلے آپ نے ناصر العلوم قصبہ گھوسی میں پرھانا شروع کیا اس کے بعد

جین پور جامعۃ البنات تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کچھ عرصہ رہے۔ پھر مدرسہ قاسم العلوم قاضی پورہ میں درس و تدریس کا کام انجام دینے لگے۔ اسکے بعد حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب فتح پوریؒ کے حکم سے آپ مدرسۃ الاصلاح چلے گئے۔ مدرسۃ الاصلاح موضع گھریواں سرائے میر میں واقع ہے۔ یہ قدیم ادارہ پوری دنیا میں مشہور ومعروف ہے۔ آپ کی تقرری شعبۂ حفظ میں ہوئی تھی۔ آپ کافی سالوں تک شعبۂ حفظ میں رہے اس کے بعد آپ شعبۂ مکتب میں چلے گئے۔ والدصاحب تقریباً ۲۷۔۲۸ سال تک اس ادارہ میں رہے۔

آپ نے اس ادارہ کی تعمیر وترقی کے لیے ملک وبیرون ملک کا خوب دورہ کیا۔ الحمدللہ اس ادارے کوکافی ترقی ملی، اس کے بعد آپ نے ۱۹۸۳ء میں اس مدرسہ کی چھوڑ دیا جب تک آپ اس ادارے میں رہے، آپ ادارے کی مسجد میں امامت پر فائز رہے۔ اسی ادارے کے ذریعہ آپ کی بھی ملک وبیرون ملک شہرت رہی۔ آپ مدرسۃ الاصلاح ہی کی برکت سے پوری دنیا میں مشہور ومعروف ہوئے۔

مدرسۃ الاصلاح کے بعد آپ جماعت اسلامی کا مشہور ادارہ جامعۃ الفلاح جوبلریا گنج میں قائم ہے وہاں آپ کی تقرری بحیثیت مدرس شعبہ حفظ میں ہوئی۔ آپ وہاں تقریباً دس سے بارہ سال رہے۔ اس عرصہ میں آپ نے اس ادارے کی بڑی خدمات انجام دیں۔ آپ نے سب سے پہلینسواں کی بچیوں کی آمد ورفت کے لیے بسوں کانظم کیا۔ یہاں تک کہ تعمیری کام کے لیے بھی آپ نے بہت زیادہ کوششیں کیں۔ درس وتدریس تعلیم وتربیت کا بھی کام انجام دیتے رہے۔ اس ادارے کے لیےآپ نے ملک کی کوئی ریاست نہیں چھوڑی۔ ہر جگہ کا دورہ کیا۔ الحمدللہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب رہے۔ آپ نے ملکی پیمانے پرنہیں بلکہ غیرملکی پیمانہ پر بھی دورہ کیا۔ آپ نے اس ادارے کی تعمیر وترقی کے لیے بیرون ملک ملیشیا، برونائی، سنگاپور، انڈونیشیا، سعودی عرب، بحرین، مسقط، دبئی، کویت، قطراور نیپال وغیرہ کا بھی سفر کیا۔ اس کے بعد آپ نے اس ادارہ کوبھی چھوڑ دیا۔ خواہ وہ کسی بھی ادارہ میں رہے ہوں انہوں نے اس ادارے کی تعمیر وترقی کے لیے کافی جدوجہد کی۔ ان اداروں کوچھوڑنے کے بعد آپ نے گھر پرسکونت اختیار کرلی۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کوابھی اور کام لینا تھا۔ آپ کواللہ

نے دینی خدمات کے لیے ایسے دیار میں بھیجا جہاں اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ بالکل پچھڑا علاقہ سون بزرگ نینی جورروناپار اعظم گڑھ وہاں پر روشنی کا دیپ جلایا۔ آپ کے شاگرد حافظ جاوید احمد صاحب فلاحی کے اصرار اور گاؤں کے کچھ ہمدرد لوگوں کے ذریعہ آپ کو ایسے دیار میں جانا پڑا۔ آپ نے سون بزرگ میں ۱۵ر جون ۱۹۹۳ء کو ایک مدرسہ قائم کیا جس کا نام جامعہ اسلامیہ دارالقرآن رکھا۔ آپ خود اس کے بانی ہیں۔ الحمدللہ اس مدرسہ نے کافی ترقی کی۔ یہاں شعبہ مکتب وشعبہ حفظ کی تعلیم شروع ہوئی۔ الحمدللہ ان شعبوں کے بعد جب مدرسہ ترقی کی طرف بڑھا تو یہاں پر عربی کا شعبہ بھی قائم ہوگیا اور عربی اول سے عربی سوم تک کی تعلیم ہونے لگی۔ لیکن ناخوش گوار حالات کی بنا پر آپ بحسن خوبی مدرسہ سے سبکدوش ہوئے۔ اللہ تعالیٰ شرپسندوں کے شر سے ساری امت کو بچائے۔ آمین۔ اس کے بعد آپ مستقل گھر رہنے لگے لیکن دینی حمیت کی وجہ سے ہمیشہ فکر مند رہتے تھے۔ چند مہینوں کی علالت کے بعد آپ کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی قبر کو نور سے بھر دے اوران کی مغفرت فرمائے۔ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

دینی خدمات اور کارنامے

آپ نے سب سے پہلے ۱۹۵۵ء میں اپنے گاؤں کاری ساتھ میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی اوراس کا نام مدرسہ عربیہ وصیت العلوم رکھا۔ انہوں نے اپنی محنت سے دو کمرہ تعمیر کرایا اور ایک مدرسہ ابتدائی تعلیم کے لیے رکھا جن کی اجرت آپ خود دیتے تھے۔

حضرت قاری صاحب نے اپنی پوری زندگی دینی خدمات کے لیے وقف کردی تھی۔ انہوں نے بے شمار مسجدیں تعمیر کرائیں فاروقیہ مسجد سرائے میر کاری ساتھ نٹوں کی بستی والی مسجد، بانساپور کرکٹ کی مسجد سون بزرگ مدرسہ جامعہ اسلامیہ دارالقرآن کی جامع مسجد بلتھرا روڈ چائنل کی مسجد وغیرہ۔ گھوسی مدرسہ مرکزی دارالعلوم محمدیہ کی بنیاد میں بھی شامل رہے بلکہ آپ اس کے ممبر بھی رہے۔ آپ بہت سارے مدرسوں کے سرپرست بھی رہے۔ سب سے آخر میں آپ نے سون بزرگ نینی جورروناپار تھانہ اعظم گڑھ مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ جس کا نام جامعہ

اسلامیہ دارالقرآن رکھا۔ آپ نے اس کو خوب ترقی دی۔ دن دونی رات چوگنی وہ کامیابی کی طرف گامزن رہا۔ اس مدرسے کی تعمیر وترقی کے لیے والد صاحب کے ساتھ ساتھ میں بھی رہا۔ میں نے بھی ان کے ساتھ ملک و بیرون ملک کا سفر کیا۔ ہم دونوں باپ بیٹے نے مل کر اس کی ترقی کے لیے جان توڑ محنت کی۔ آپ نے ادنی خدمات کے لیے ملک بیرون ملک کا خوب سفر کیا ملک ہندوستان کی کوئی ریاست ایسی نہیں جہاں کا آپ نے دینی تعلیم کی ترقی واشاعت کے سفر نہ کیا ہو۔ بنگال، کولکاتا، حیدرآباد، دارجلنگ، ممبئی، مدراس، آسام، گجرات گویا پورے ہندوستان کی آپ نے خاک چھانی۔ اسی طرح بیرون ملک کا دورہ کیا۔ سنگاپور، ملیشیا، برونائی، انڈونیشیا، سعودی عرب، دوبئی، کویت، مسقط، بحرین، نیپال، برما، تبت یہاں تک کہ چین تک چلے گئے۔ پوری زندگی دینی خدمات کے لیے وقف کر دیا انہیں خدمات کی وجہ سے آپ ملک و بیرون ملک مشہور ومعروف تھے۔ آپ سے جو بھی ایک بار مل لیتا وہ آپ سے محبت کرنے لگتا۔ برونائی کا سلطان (بادشاہ) جب برونائی جاتے آپ سے وہ اپنی مسجد سلطان میں کسی نہ کسی وقت کی نماز ضرور پڑھواتا، بہت خوش ہوتا۔ آپ کی بلند شیریں قرأت سے۔ آپ کے اندر دینی خدمات کے ساتھ ساتھ اور صفتیں تھیں۔ آپ بڑے مہمان نواز تھے۔ بغیر کھائے پیئے کوئی مہمان ان کے دروازے سے نہیں جاسکتا تھا۔ مہمان نوازی میں عربوں سے بھی سبقت لے گئے۔ اگر کوئی سائل یا کوئی مسافر دروازہ پر آجاتا تو بغیر کھلائے پلائے یا کچھ دے کر واپس کرتے۔ غریبوں، بیواؤں، یتیموں، مسکینوں کی ہمیشہ امداد کرتے۔ پاس پڑوس کا بیحد خیال کرتے اگر کوئی پریشان حال ہوتا تو اسے کہیں کام کاج پر لگاتے اور اس کی خوب مدد کرتے۔ آپ گاؤں کے غریبوں اور پڑوسیوں کا بے حد خیال رکھتے۔ آپ صوم و صلوۃ کے پابند تھے۔ ہمیشہ لوگوں کو نماز روزے کی تلقین کرتے۔ قرآن کریم کی تلاوت ان کا مشغلہ تھا۔ رمضان میں تو نہ جانے کتنی بار قرآن ختم کرتے جس کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ آپ گاؤں کے بچوں کو اتنا سلام کرتے کہ جب دروازے پر بیٹھتے تو چھوٹے بچے ان کو سلام کرنے سے پہلے خود سلام کرنے لگے۔ وہ بچوں سے بہت خوش رہتے۔ ان کی پوتی صدف اعظمی تو ہر وقت ان سے لپٹی رہتی اور ان کی خوب خدمت کرتی تھی۔ ان کے انتقال پر اس کو بڑا رنج

وملال ہوا۔لیکن جانا سب کو ہے۔اللہ ان کی پوتی صدف کو صبر جمیل عطا کرے۔آمین۔

آپ اپنے گاؤں میں ہمیشہ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھاتے رہے۔آپ کے بے شمار لوگ شاگرد ہوئے جو پوری دنیا میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔آپ شکار کے بڑے شوقین تھے۔گورکھپور کے جنگلوں اور طویٰ کے جنگلوں میں دوستوں کے ساتھ شکار پر نکل جاتے۔نیل گائے،خرگوش، ہرن، وغیرہ کا خوب شکار کرتے۔آپ غلیل سے چڑیوں کا شکار خوب کرتے تھے۔آپ کھیل سے بھی شوق رکھتے تھے۔آپ کبڈی اور رسہ کشی کے چیمپئن کھلاڑی مانے جاتے تھے۔آپ کھیل اور شکار کے بڑے شوقین تھے۔آپ نے مدرسۃ الاصلاح پر بھی بچوں کو کبڈی کی ٹیم بنایا تھا۔ان کو خوب کھلاتے تھے۔آپ نے مدرسۃ الاصلاح اور جامعۃ الفلاح اور جامعہ اسلامیہ دارالقرآن سونبرگ کی ترقی کے لیے بے شمار کوششیں کیں۔اللہ تعالی ان کی کوششوں اور دینی خدمات کے عوض آخرت میں اجر عظیم عطا کرے۔آمین۔

آپ کے ابتدائی ساتھی

آپ کے ناظرہ اور ابتدائی ساتھی جو حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب فتح پوریؒ کی سرپرستی میں استاد محترم قاری عبدالقیوم صاحبؒ سے تعلیم سیکھنے کے وقت تھے مفتی حنیف احمد صاحب جونپوری، قاری سعدی صاحب کمپیر گنجگورکھپور، حضرت مولانا قمرالزماں صاحب کاری ساتھ گھوسی مئو، حافظ ثناء اللہ صاحب مرحوم کاری ساتھ حافظ بہاء الدین خاں صاحب مرحوم فتح پور تال نرجا، حافظ شمش الدین صاحب مرحوم فتح پور تال نرجا وغیرہ۔ مانی کلاں کے حفظ کے ساتھی حضرت مولانا حافظ وحید احمد صاحب قاسمی آپ برما میں ہیں۔یہ والد صاحب کے حفظ کے ساتھی تھے۔ والد صاھب انہیں کے گھر پر رہتے تھے گھر کے ایک فرد کی طرح ان کے گھر کیلوگ قاری صاحب کی بہت عزت کرتے تھے۔اللہ تعالی ان کے گھر کے لوگوں کو اجر عظیم عطا کرے۔آمین۔

ان لوگوں کا بھی ذکر کردوں جو غیر درسی ساتھی تھے۔ممتاز احمد خاں کاری ساتھ بننے کاں کاری ساتھ۔عبدالرؤف انصاری مرحوم قاضی پورہ گھوسی مئو، ڈاکٹر حکیم اللہ خاں کاری ساتھ حضرت مولانا اخلاق احمد صاحب مرحوم سندوری سرائے میر اعظم گڑھ وغیرہ۔

آخر میں اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس عظیم شخصیت کو آخرت میں اجرعظیم عطا کرے اور جنت الفردوس میں اعلی سے اعلی مقام عطا کرے۔آمین۔والد صاحب کے دینی خدمات وجذبات اور بے شمار کوششوں کو دیکھتےہوئے حضرت مولانا مجیب اللہ صاحب ندویؒ ان کی بے حد حوصلہ افزائی فرماتے اور بے انتہا دعاؤں سے نوازتے۔اور اپنی مجلسوں میں قاری صاحب مرحوم کا ذکر خیر کرتے رہتے تھے۔

●☐●

گزارش

حیاتِ نو اس وقت شدید خسارے میں ہے۔آپ خود بھی اس کے سالانہ خریدار بنیں اور دیگر احباب کو بھی اس جانب متوجہ کریں۔

قانونی رکاوٹوں کی وجہ سے حیات نو کا کوئی بینک اکاؤنٹ نہیں ہے۔فی الحال درج ذیل اکاؤنٹ میں اپنا سالانہ خریداری تعاون جمع کر کے درج ذیل واٹس اپ نمبر پر مکمل تفصیلات کی اطلاع دینے کی زحمت کریں۔ان شاء اللہ رسید ای میل یا واٹس اپ کے ذریعہ آپ تک پہنچادی جائے گی۔اکاؤنٹ کی تفصیل درج ذیل ہے:

Name:Abdul Hakim Mojahid
Bank: Union Bank of India
A.C No:584502010009509
IFSC:UBIN0558451
Branch:Jamia Nagar

مزید معلومات کے لیے درج ذیل ای میل اور موبائل نمبر پر رابطہ کریں:

ای میل:jareedahayatenau@gmail.com

موبائل:9015958467۔8010803147

[ادارہ]

نقوع شاهتره

ایک عجیب الفوائد خیساندہ

حکیم شاہدبدر
البدر یونانی شفاخانہ، اعظم گڑھ، موبائل: 9936205756
ای میل: shahid.badrfalahi@gmail.com

میں نے یہ مضمون استاذ محترم جناب حکیم عبدالمنان صاحب پروفیسر حکیم اجمل خاں طبیہ کالج علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی ترغیب پر اکتوبر ۲۰۱۸ء میں لکھا تھا۔ شیدایانِ طب نے اس مضمون کی خوب پذیرائی کی یہ مضمون ہندوستان کے کئی روز ناموں میں طبع ہوااور کئی ایک طبی رسائل اور آن لائن نکلنے والے کئی طبی میگزین نے اسے اہمیت دی۔ ہندوستان کے کئی مقامات سے فون آئے۔ سب نے یہی کہا کہ یہ مضمون ہم نے اپنے یہاں شائع ہونے والے اخبار میں پڑھا۔ تب آپ کو فون کررہے ہیں۔ اطباء کے سوالات نیز ان کے مشوروں کی روشنی میں میں نے اپنے مضمون پر نظر ثانی کی اور کچھ اضافے بھی۔ الحمدللہ ان اضافات کی روشنی میں یہ مضمون مفید تر ہوگیا۔ شیدایان طب اسے ایک باراور پڑھیں اور مفید مشوروں سے نوازیں۔

نقوع (نون پر زبر کے ساتھ): ایک یا چند خشک ادویہ کو پانی میں بھگونے کے بعد چھان لیتے ہیں اسی کو نقوع یا خیساندہ کہتے ہیں۔'' (بیاض خاص۔المعروف بڑی بیاض، ص ۳۸)

نقوع کی ایک بڑی دل نشین تشریح۔ علامہ حکیم اکبرارزانی نے کی ہے: ''نقوع سے مراد وہ پانی ہے کہ خشک ادویہ پانی میں اتنی دیر بھگوئی جائیں کہ ان دواؤں کے جگر تک پانی پہنچے۔ اور دواؤں کی قوت پانی میں جذب ہوجائے۔ اس کے بعد دواؤں کو مل کر پانی چھان لیں۔ بہتر یہ ہوتا ہے کہ دواؤں کو گرم پانی میں تر کیا جائے، کیوں کہ گرم پانی دواؤں کی قوت کو جلدی اپنے

اندر جذب کر لیتا ہے۔(قرابادین مجیدی قادری،ص۷۹)

فسادخون کے جملہ امراض میں بطور مصفی خون نقوع شاہترہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ 'فسادخون' گو ایک عام اصطلاح ہے، مگر طبقہ اطباء میں ایک خاص معنی کے لیے مختص ہے۔ ''خون کا فساد جب اس قسم کا ہو کہ اس سے جلد کا تغذیہ متاثر ہو جائے تو اسے عرف اطباء میں فسادخون کہا جاتا ہے۔'' (شرح اسباب، ترجمہ کبیر، ج دوم،ص۳۱۲)

فسادخون میں وہ تمام جلدی امراض داخل ہیں،جن سے جلد پر اورام، بثور وقروح عارض ہو جاتے ہیں، مثلاً آتشک جذام، خارش، داد وغیرہ۔

زمانۂ طالب علمی (اجمل خاں طبیہ کالج علیگڑھ مسلم یونیورسٹی۔۱۹۹۱ء تا۱۹۹۶ء میں استاد محترم پروفیسر جناب حکیم عبدالمنان صاحب نے بار ہا نقوع شاہترہ کا نسخہ پڑھایا اور بتایا کہ یہ بہت اہم مصفی خون خیسانده ہے، دوران مطب بہت کام آئے گا۔ اس کے اجزاء سنتے سنتے بالکل از بر ہو گئے:

> شاہترہ، چرائتہ تلخ، سر پھوکہ، عناب، گل منڈی، ہلیلہ سیاہ، برادہ صندل سرخ،
> ۷ماشہ، ۷ماشہ، ۷ماشہ، ۵دانہ، ۷ماشہ، ۷ماشہ، ۷ماشہ (شرح اسباب،
> ترجمہ کبیر، ج دوم،ص۳۱۴)

ان تمام اجزء کو نیم کوب کر کے رات کو گرم پانی میں بھگو دیں، صبح اس کا نتھرا ہوا پانی پی لیں رپلا دیں۔نقوع شاہترہ کے ذیل میں میں نے اطباء کے معمولات مطب کو بغور دیکھا تو کچھ کچھ فرق سامنے آیا۔

جیسے حکیم اعظم خاں نے مخزن المجر بات میں جرب وحکہ، آتشک و بثور بدن کے علاج میں جو نسخہ لکھا ہے، وہ نسخہ تو بالکل یہی ہے۔لیکن مفرد دواؤں کے وزن میں فرق ہے۔

''چرائتہ نیم کوفتہ، شاہترہ، سرپھوکہ، ھلیلہ سیاہ نیم کوفتہ برادہ صندل سرخ۔ ہر ایک ۴ ماشہ۔عناب ۵ دانہ، رات کو گرم پانی میں بھگو دیں۔صبح کو اس کا آب زلال لے کر شہد خالص ۲ تولہ ملا کر پلائیں۔(مخزن المجر بات۔قرابادین اعظم۔ص۴۰۹)

اسی طرح حکیم اجمل خاں صاحب نے اپنی بیاض خاص میں نقوع شاہترہ کے عنوان

سے جونسخہ درج کیا ہے۔اسکے اجزاء درج ذیل ہیں۔

شاہترہ، چرائتہ تلخ،گل منڈی، برادہ صندل سرخ، برہم ڈنڈی، ہرایک پانچ ماشہ۔رات کوڈیڑھ پاؤ پانی میں بھگوکرصبح کواس قدر جوش دیں کی وہ نصف رہ جائے۔چھان کرشربت عناب کے ملاکر پلائیں۔(بیاض اجمل،حکیم حافظ محمد اجمل خاں،ص ۲۸۳)

باوجودان تمام فرق کے استادمحترم کا بتایا ہوانسخہ ہی میرا معمولِ مطب ہے۔بات زمانۂ طالب علمی کی ہے۔نقوع شاہترہ کا یہ نسخہ پڑھا،یادکرلیااورامتحان دے لیا۔استادمحترم کی بارہا یاددہانی اورتاکید کے بعدبھی اس نسخہ سے لگاؤنہیں پیدا ہوا نہ ہی دل میں اہمیت ۔

اگست ۲۰۰۷ء کی بات ہے۔خیرآباضلع مؤ سے ۳۵ سالہ مریض مطب میں حاضر ہوا۔برسات کی امس بھری گرمی میں سوتی چادر سے اس نے اپنے آپ کوڈھک رکھا تھا۔اس نے میرے سامنے اپنی پیٹھ کھول دی پیپ، پھوڑے،پھنسیوں اور پیپ آلودخون سے پوری پیٹھ بھری پڑی تھی۔''پچھلے آٹھ سالوں سے جیسے ہی برسات کا موسم آتا ہے پوری پیٹھ پھوڑے پھنسیوں سے بھر جاتی ہے۔دن تو خیرلیکن رات گزارنا ایک قیامت ہے۔ان زخموں میں تیز جلن اور خارش ہوتی ہے۔میں نے جانے کہاں کہاں علاج نہیں کرایا۔مؤ،اعظم گڑھ،بنارس، گورکھ پور،لکھنو،چمڑی کے ہرماہرڈاکٹر کے پاس گیا۔صرف وقتی آرام ہوا مگرمرض ٹھیک نہیں ہوا۔ہاں جب سردی کا موسم آتا ہے تب یہ مرض آہستہ آہستہ ٹھیک ہو جاتا ہے،سردی بھرآرام رہتاہے۔اگلے سال پھر یہ مرض دوبارہ آتاہے۔ہرسال اس کی شدت پچھلے سال سے زیادہ ہوتی ہے۔اب یہ صورتِ حال ہے کہ میں ۹/۸ بجے رات میں ۔ایک انجکشن Avil اور ایک انجکشن Betnisol کا لگواکرایک Table Fan سرہانے اورایک Fan پیٹھ کی جانب لگا کرآن کر کے سوجاتا ہوں۔رات میں اگر لائٹ کٹ گئی یا کسی اور وجہ سے آنکھ کھل گئی تو بے چینی اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ رات گزارنا مشکل ہوجاتا ہے۔اس مریض نے ایک بات اور کہی کہ میرا پاخانہ بالکل مرغی کے پاخانہ کی طرح ہوتا ہے ۔تھوڑی مقدار میں بالکل لیس دارکہ Toilet کے پیالے سے چپک جاتا ہےتو ایک بالٹی پانی بہادینے پربھی وہ جگہ نہیں چھوڑتا۔اس پاخانہ میں اس قدر بدبو ہوتی ہے کہ ناقابل برداشت اورریاح تھوڑے تھوڑے

وقفے سے ہر وقت خارج ہوتی ہے حد درجہ بدبودار ریاح۔

مریض کی کیفیت سننے کے بعد میں نے اللہ سے دعا کی کہ زمانۂ طالب علمی کا وہی 'نقوع شاہترہ' کا نسخہ ذہن میں تازہ ہو گیا۔ میں نے اس میں صرف 'گلِ نیم' کا اضافہ کیا اور شربت عناب جوڑ دیا۔ رات کو گرم پانی میں بھگو کر صبح پانی چھان کر ۴ تولہ شربت عناب شامل کر کے پی لیں۔ مریض نے دس دن تک یہ دوا استعمال کی۔ اس کے بعد وہ حاضر مطب ہوا۔ کہا: کچھ بھی فرق محسوس نہیں ہوا۔ میں نے پھر سے دس دن کے لیے وہی دوا اسے دوبارہ دی اور کہا: اللہ سے دعا کرو اور اسے بلا ناغہ استعمال کرو۔ یہ نسخہ ۲۰ دن استعمال کرنے کے بعد مریض پھر مطب میں آیا اور بتایا کہ دوا کو پینے کے بعد کئی کئی بار دست ہوئے، دست، میں خون، پیپ جانے کیا کیا۔ حد درجہ بدبودار۔ آنوں کی طرح جھالا جھالا کالا کالا پاخانہ ہوا۔ اس کے پیٹھ کے زخم اب مرجھائے ہوئے تھے۔ میں نے تیسری بار یہی نسخہ Repeat کیا۔ اس نے بتایا کی اس بار اجابت صرف دو بار ہی ہوتی تھی البتہ پیٹھ کے سارے پھوڑے سوکھ گئے تھے۔ اسے مزید دس پڑیا، اس طرح کل ۴۰ پڑیا اسے پلایا۔ الحمد للہ وہ مریض بالکل شفایاب ہو گیا۔ پچھلے دس سالوں سے وہ میرے رابطہ میں ہے۔ بحمد اللہ ابھی تک اسے دوبارہ سے یہ تکلیف نہیں ہوئی۔

اس کے بعد میں نے اس نسخہ کو پڑیا کی شکل میں بنوا کر رکھ لیا اور جلدی امراض میں مبتلا مریضوں کو اسکا خیساندہ پلاتا ہوں۔ اس 'نقوع' کا مصفی خون عمل تو ثابت ہے۔

حکیم کبیر الدین صاحب نے مصفیات خون کے باب میں اس نسخے کو اولیت دی ہے۔

نملہ کے علاج میں حکیم صاحب لکھتے ہیں (نملہ۔ چیونٹی۔ ایک دانہ یا چند دانے جلد پر نمودار ہوتے ہیں، جسکے ساتھ سوزش اس قدر ہوتی ہے کہ جیسے جلد پر آگ رکھ دی گئی ہے)

شام کے وقت نگند بابری فلفل سیاہ پانی میں پیس کر چھان لیں اور شربت عناب ملا کر دیں۔ اگر اس سے فائدہ نہ ہو تو نقوع شاہترہ ہفتہ عشرۃ پلا کر مسہل دیں..." (شرح اسباب ترجمہ کبیر، ج سوم ص ۲۱۲)

ایسے ہی نار فارسی جیسے موذی مرض (نار فارسی وہ دانے ہیں جو نکل کر بہت جلد کھرنڈ میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ نہایت سخت سوزش ہوتی ہے۔ عرف عام میں اس مرض کو

'چھاجن' یا 'اکوتہ' کہتے ہیں) کے علاج کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''چند روز نقوع شاہترہ پلاکر مطبوخ ہلیلہ وافتیمون یا حب سقمونیا سے تنقیہ کریں'' (شرح اسباب ۔ترجمہ کبیر .ج سوم ص ۲۱۴)

'جذام' کے مریض کے علاج کے سلسلے میں وہ لکھتے ہیں:

'ظہور مرض کے ابتداء سے صبح کے وقت نقوع شاہترہ پلایا جائے اور شام کے وقت معجون عشبہ (شرح اسباب، ترجمہ کبیر، ج دوم، ص ۲۵۱)

'جرب و حکہ' کے علاج میں نقوع شاہترہ پلانے کی تاکید کرتے ہیں (شرح اسباب، ترجمہ کبیر، ج دوم ص ۲۵٦)

حکیم اجمل خاں کے معمولاتِ مطب میں مصفی خون کے طور پر نقوع شاہترہ کا خاص استعمال ہے۔ جرب و حکہ کے علاج کے ذیل میں حکیم اجمل خان صاحب لکھتے ہیں کہ'' ایسی حالت میں، شاہترہ، چرائتہ، سرپھوکہ، منڈی، ہر ایک ۷ ماشہ عناب ۵ دانہ ھلیلہ سیاہ ۷ ماشہ۔ اگر موسم گرما ہوتو صندل سرخ ۷ ماشہ اور سرد موسم ہوتو عشبہ مغربی ۷ ماشہ شامل کر کے رات کو گرم پانی میں بھگوکر صبح کو مل چھان کر شربت عناب ۴ تولہ ملا کر چند یوم پلائیں۔ (حاذق ۔ص ۵۴۵)

ایسے ہی جذام کے مرض میں آغاز میں نقوع شاہترہ کا ہی نسخہ استعمال کرایا ہے۔ (حاذق، ص ۵۵۳)

بادفرنگ (آتشک) کے علاج کے ذیل میں ۲۱ / دن تک یہی نقوع استعمال کرانے کی ہدایت کرتے ہیں۔ (حاذق، ص ۵٦۲)

آتشک کے مریض کو حکیم اجمل خاں صاحب نے '' حب لیموں: ایک عدد، نقوع شاہترہ کے ساتھ صبح وشام استعمال کرانے کے بعد دداء سیاہ کے مسہل دیے۔'' (بیاض اجمل ،حکیم حافظ محمد اجمل خاں، ص ۱۵۲)

حکیم اجمل خاں صاحب اور حکیم کبیر الدین صاحب کے معمولات مطب ہیں نقوع شاہترہ کے استعمال کے بعد کسی مسہل سے تنقیہ کرانے کی بات مذکور ہے۔ 'نملہ' کے علاج کے ذیل حکیم کبیر الدینؒ صاحب لکھتے ہیں: 'نقوع شاہترہ، ہفتہ عشرۃ پلاکر مسہل دیں'۔ (ج سوم ص ۲۱۲)

ایسے ہی نار فارسی کے علاج کے ذیل میں چندروز نقوع شاہترہ پلانے کے بعد۔مطبوخ ہلیلہ وافتیمون یا حب سقمونیاوغیرہ سے تنقیہ کی ہدایت کرتے ہیں (حوالۂ سابق، ج سوم، ص۲۱۲)

حکیم اجمل خاں جرب وحکہ کے علاج کے ذیل میں نقوع شاہترہ پندرہ یوم پلانے کے بعد۔مطبوخ ہفتہ روزہ کا مسہل دینے کی ہدایت کرتے ہیں۔(حاذق، ص۵۵۳)

لیکن میرے بار بار کے مشاہدے میں یہ بات رہی ہے کہ یہ نقوع شاہترہ پلانے کے بعد اسہال خود بخود ہو جاتا ہے۔اب تک کے تمام مریضوں کی روداد میں اسہال کی بات لازمی رہی ہے۔ہاں! مرض جتنا سخت اور منرمن ہوتا ہے۔اسہال کی نوبت بھی اسی قدر تاخیر سے آتی ہے۔یہی پڑیا پلاتے رہنے سے اسہال شروع ہو جاتا ہے۔اور یہی پڑیا پلاتے رہنے سے اسہال خود بخود بند ہو جاتا ہے۔میں نے یہ مشاہدہ کیا ہے کہ صرف یہ نسخہ منضج بھی ہے اور مسہل بھی، بلکہ میں تو اسی سے مرض کہ شدت کا اندازہ لگاتا ہوں کہ کتنی پڑیا پینے کے بعد اسہال ہوا۔

میں علم طب کا ایک ادنی طالب علم ہوں میری پختہ رائے ہے کہ نقوع شاہترہ پلانے کے بعد کسی طرح کا مسہل دینے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

حکیم اجمل خان نے نقوع شاہترہ کے پندرہ یا ۲۱/دن کے استعمال کے بعد عرق مطبوخ ہفت روزہ کے استعمال کی ہدایت کی ہے۔عرق مطبوخ ہفت روزہ پر گفتگو آگے بڑھانے سے پہلے ذیل میں ہم اسکا نسخہ درج کیے دیتے ہیں۔اطباء اسے امراض سوداوی، پھوڑے پھنسیوں، فساد خون، وجع المفاصل اور آتشک کیلئے مفید بتاتے ہیں۔

> ''پوست درخت نیم، پوست درخت کچنال، بیخ حنظل، پھلی ببول، کٹائی خورد بابرگ و پوست و بیخ، قند سیاہ کہنہ۔ہر ایک کو ایک پاؤ لے کر تین سیر پانی میں جوش دیں۔جب ایک سیر پانی باقی رہ جائے تو چھان کر رکھ لیں۔یہ سات خوراکیں ہیں۔اس میں سے ایک خوراک روزانہ صبح کو استعمال کریں اور سہ پہر کو کھچڑی کھائیں۔اگر پیچش کی شکایت ہو جائے تو اس عرق کا استعمال بند کر دیں۔

نوٹ: یہ یاد رہے کہ عرق مطبوخ ہفت روزہ کشید کیا ہوا عرق نہیں ہے، بلکہ ایک جوشاندہ

ہے۔جوعرق کی طرح عرصہ تک خراب نہیں ہوتا۔اس لیے ایک ہی بار تیار کر لیا جاتا ہے۔
(بیاض اجمل،حکیم حافظ محمد اجمل خاں،ص ۲۳۵)

عرق مطبوخ ہفت روزہ کے استعمال کے تعلق سے میں اپنا تجربہ طب کے ہر طالب علم تک پہنچانا چاہتا ہوں۔میں پچھلے پندرہ سال سے مطب کرر ہاہوں۔دو بار، دو الگ الگ مریضوں کوعرق مطبوخ ہفت روزہ پلایا ہے۔دونوں مزمن جلدی امراض میں مبتلاء تھے۔میں نے دوا خود سے تیار کی بوتل میں بھرا اور پہلی خوراک اپنے ہاتھ سے پلایا۔ایک گھنٹہ بعد اس قدر قوی شدید اسہال ہوئے کہ اللہ کی پناہ۔ابتداءً تو میں خوش ہوا کہ چلو تنقیہ ہو رہا ہے۔مواد فاصد نکل رہا ہے۔اسہال کی شدت بڑھتی گئی،مریض،تیماداراور خود میں بھی اس قدر متفکر ہوئے کہ اللہ کی پناہ۔شام تک جاتے جاتے یہ سلسلہ رکا۔مریض نڈھال،بالکل لاغر۔خیر اس کے بعد تبرید وتقویت کی دواؤں سے مریض کی صحت بحال ہوئی،لیکن وہ جلدی مرض میں مبتلاء ہی رہا۔یہ بات ۲۰۰۸ء کی ہے،نومبر ۲۰۱۸ء میں وہی مریض میرے مطب پر پھر حاضر ہوا۔جلدی مرض میں پہلے سے زیادہ شدت تھی اس دس سالہ عرصہ میں اس نے ممبئی کے کئی بڑے ڈاکٹر کے علاج کے بعد وہ میرے مطب پر آیا تھا۔وہ میرے مطب پر دس سال بعد لوٹا تھا لیکن عرق مطبوخ ہفت روزہ پینے کی بات اسے ایسے یاد تھی جیسے ابھی کل کی بات ہو.اس نے آتے ہی کہا کہ آپ کو اللہ کا واسطہ کہ آپ وہ والی دوا مجھے نہیں پلائیں گے۔میں نے اسے نقوع شاہترہ ۔صبح خالی پیٹ ،اور معجون عشبہ ایک چمچہ (۱۰گرام) رات سوتے وقت ۱۰/جون ۲۰۱۹ءتک مسلسل پلایا۔اب وہ مریض بحمد للہ مکمل ٹھیک ہے۔

ایسے ہی ایک باراور میں نے ایک مریض کوعرق مطبوخ ہفت روزہ پلانے کی ہمت کی ۔پہلی خوراک سے ہی اسہال کی وہی شدت، مریض کی حالت بگڑ گئی۔تیمادار مجھ سے ناراض ہو گئے۔اور آئندہ کسی مریض کوعرق مطبوخ پلانے کیلئے میری ہمت جواب دے گئی۔

نقوع شاہترہ کے کچھ دوسرے مفید گوشے بھی میرے مشاہدہ وتجربے میں آئے ہیں جسے میں بلاکم وکاست بیان کرتا ہوں۔تاکہ اطباء اس سے فائدہ اٹھائیں۔اور اپنے تجربات سے دیگر کو فائدہ پہونچائیں۔

ایسے پرانے قبض کے مریض جنھیں پاخانہ صاف نہیں ہوتا، پاخانہ کی حاجت ہی نہیں ہوتی وہ بس اپنی مرضی سے Toilet جاتے ہیں دیر تک بیٹھے رہتے ہیں ،تھوڑی مقدار میں براز خارج ہوا اور بس۔ایسے مریضوں کو میں نقوع شاہترہ پلاتا ہوں ان کا قبض رفع ہو جاتا ہے۔ کثرت سے ریاح خارج ہونے کی شکایت دور ہو جاتی ہے۔ایسا تجربہ میں نے سو سے زائد مریضوں پر کیا ہے۔

ایک ڈاکٹر صاحب میرے مطب پر تشریف لائے اور کہا کہ مجھے پاخانہ کی حاجت ہی نہیں ہوتی۔بس ایسے ہی چلا جاتا ہوں کبھی ہو بھی گیا۔اکثر نہیں ہوتا ہے۔ایسا کئی مہینہ سے ہے۔ میں نے انھیں نقوع شاہترہ کی دس پڑیا دیا۔بس اسکو صبح میں نتھار کر پی لیں۔ایک گھنٹہ بعد ہی کچھ کھائیں پئیں۔پہلی پڑیا پیا کچھ نہیں ہوا۔دوسری پڑیا پیا، کچھ نہیں ہوا۔تیسرے دن حسب معمول انھوں نے پڑیا پی لی۔وہ خود کہتے ہیں کہ ''میں مطب جا کر ایک مریض کو دیکھ رہا تھا کہ مجھے پاخانہ کی حاجت محسوس ہوئی۔ میں نے کہا ارے یہ کیا؟ میں اپنے کام میں لگ گیا۔ کچھ دیر کے بعد پھر جھٹکا لگا۔میں نے کہا لگتا ہے اب جانا ہی پڑے گا۔لیکن سوچا مریض کو دیکھ لوں۔پھر مجھے اس قدر شدید حاجت محسوس ہوئی کہ مریض کو چھوڑ کر ٹوئلیٹ بھاگا۔اپنے ہی بدن سے خارج فضلات کو دیکھ کر میں دنگ رہ گیا۔''یہ کیا تھا..اتنی مقدار میں......؟''

اس کے بعد سے میں اس 'نقوع' کو کرانک امیباسس میں استعمال کرنے لگا۔ایسے مریض جن کا پیٹ صاف نہیں رہتا ہے۔تھوڑی مقدار میں بدبودار براز خارج ہوتا ہے۔انھیں دس پڑیا پلاتا ہوں۔بحمد للہ شفاء ملتی ہے۔

ایک صاحب اپنی اہلیہ کو لے کر مطب میں آئے اور کہا کہ یہ میری بیوی ہیں۔یہ آنے کو آمادہ نہیں تھیں۔ان کی تکلیف یہ ہے کہ یہ لیٹرنگ میں بڑا وقت لگاتی ہیں اور باوجود 'اگزاسٹ فین' چلانے کے بعد بھی آدھے گھنٹہ بعد تک کسی اور کو لیٹرنگ جانے کی ہمت نہیں ہوتی۔ان کو پاخانہ صاف نہیں ہوتا۔کبھی قائم چورن لے لیا تو دوا کے اثر بھر ہو جاتا ہے لیکن خوب صاف نہیں ہوتا۔منھ سے بدبو بھی آتی ہے۔میں نے انھیں صرف دس پڑیا نقوع شاہترہ پلایا۔تین دن پینے کے بعد انھیں کالا کالا پاخانہ دو دو تین تین بار ہوا۔خوب پیٹ صاف ہوا۔ پاخانہ کی

بدبو اور دیر تک لیٹرنگ میں بیٹھنے کی شکایت رفع ہوگئی۔اگلی بار میں نے معجون دبیداالورد،ایک چمچہ صبح خالی پیٹ گرم پانی سے اور جوارش جالینوس آدھا آدھا چمچہ بعد غذا صبح شام بیس دن تک کھلایا۔قبض کی شکایت اور منھ کی بدبو کی شکایت بھی دور ہوگئی۔

ایک صاحب اپنی اہلیہ کو لے کر حاضر مطب ہوئے کہا کہ یہ سرکاری ٹیچر ہیں۔ زمانۂ طالبہ علمی سے ان کا روٹین بگڑا ہوا ہے۔ کثرت سے چائے نوشی ،سموسہ، پکوڑا یہی سب کھا کر ان کی صورتِ حال یہ ہے کہ برسوں سے انھیں پاخانہ کی حاجت ہی نہیں ہوتی۔بس ایسے ہی کبھی کبھار یا کئی دنوں کے بعد پاخانہ ہو جاتا ہے۔لیکن صبح وشام یا۲۴ گھنٹہ پر پاخانے کی حاجت محسوس ہو۔ایسا ان کو دس سال سے نہیں ہوا۔

میں نے انھیں دس پڑیا نقوع شاہترہ دیا اور شربت کاسنی خانہ ساز ۲۰ ملی لیٹر ملا کر پینے کی ہدایت کی۔شروع کے دوتین دن تک تو کچھ بھی فرق محسوس نہیں ہوا۔لیکن چار پانچ پڑیا پینے کے بعد کالا کالا پاخانہ ہوا۔اس کے اگلے دن پھر ویسا ہی ہوا اور اب صبح شام باقاعدہ حاجت ہوتی ہے۔ یہ کیفیت سننے کے بعد میں نے صرف اپنا بنایا ہوا معجون دبیدالورد ایک چمچہ صبح خالی پیٹ ،ایک گلاس ہلکے گرم پانی سے استعمال کرنے کے لیے کہا۔مرغن غذاؤں سے پرہیز کرنے کو کہا۔

مارچ ۲۰۱۱ء کی بات ہے۔پھول پور اعظم گڑھ سے ایک ۲۰ سالہ نوجوان حاضرِ مطب ہوا۔اس کے چہرے کی رنگت زرد تھی۔اس نے بتایا کہ میری طبیعت ہر وقت گری گری رہتی ہے۔شدید قبض ہے۔دل بہت گھبراتا ہے۔کثرت احتلام ہے۔صبح کو معلوم ہوتا ہے کہ احتلام ہوگیا۔کوئی بھی مقوی غذا کھاؤں بدن میں جیسے لگتی ہی نہیں۔دن بہ دن کمزوری بڑھتی جارہی ہے۔وزن بھی میرا کم ہوتا جارہا ہے،میرا بلڈ پریشر بڑھا رہتا ہے۔خون کی جانچ کرائی،سب نارمل ہے صرف Esinophil بڑھا ہوا ہے۔

مجھے پیٹ کے کیڑوں کا شبہ ہوا۔میں نے دس پڑیا نقوع شاہترہ پینے کو دیا۔کوئی فرق نہیں آیا دوبارہ پھر وہی دس پڑیا دیا۔ایک دن اس نے صبح سویرے مجھے فون کیا:’’ میں کھلے میدان میں قضائے حاجت کے لیے آیا ہوا تھا،جیسے میری ایک فٹ آنت کٹ کر گرگئی۔ پہلے تو

میں ڈرا کہ یہ کیا نکلا! آب دست کے بعد میں نے ہمت کرکے۔لکڑی کی مدد سے اسے اٹھایا۔ پھراس پر پانی گرا کر دیکھا۔ باریک جھلی۔ جو ایک طرف سے کھلی تھی۔اس میں کچھ بھرا ہوا تھا۔ مجھے گھن آ گئی، میں نے گھبرا کر اسے چھوڑ دیا۔ جب سے یہ چیز پاخانہ کے راستہ سے نکلی ہے۔ اس دن سے میری طبیعت بہت اچھی ہے۔ میں نے مریض کو مطب پر بلایا۔تفصیلات سننے کے بعد مجھے لگا کہ کدودانہ کا پوارا جھول تھا جو گر گیا تھا۔ مزید اطمینان کے لیے دس پڑیا اور پلایا۔ اس دن میں نے جانا کہ یہ 'نقوع'' کدودانے کا بھی شافی علاج ہے۔

ایک خاتون میرے مطب پر آئیں اور کہا کہ مجھے لمبے عرصے سے کدودانہ کی شکایت ہے۔ میں نے بہت علاج کرایا لیکن افاقہ نہیں ہوا۔ میں نے پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم کہا کہ 'لرچھا لرچھا' (یعنی پاخانے کے ساتھ گویا ایک زنجیر بنی ہوتی ہے) پاخانہ کرتا ہے۔اب تو نوبت یہاں تک آ گئی ہے کہ چلتے پھرتے یہ پاجامہ میں گر جاتے ہیں بالکل کدو کے بیج کی طرح۔ میں نے انھیں نقوع شاہترہ کی دس پڑیا پلایا۔ وہ مریضہ حاضر مطب ہوئی اور کہا کہ میں اب بالکل ٹھیک ہوں۔ میں نے دس پڑیا، اور پینے کے لیے کہا۔اس نے کہا اب نہیں، یہ بہت کڑوا ہے۔

آج سے چار سال قبل ۱۶ سال کی ایک لڑکی بندی کلاں ضلع مؤ سے اپنی ماں کے ساتھ مطب میں آئی۔ ماں تو بیٹھ گئی لیکن وہ بدستور کھڑی تھی۔ میں نے کہا کی بیٹی بیٹھو۔اس کی ماں نے کہا: نہیں! وہ بیٹھے گی نہیں۔ وہ جہاں بیٹھتی ہے کیڑیاں مقعدہ کے راستے گر جاتی ہیں۔اس لیے وہ کھڑی ہی رہے گئی۔اسی کے علاج کے لیے آئی ہوں۔ کئی سال سے پیٹ کی کیڑیوں کی شکایت ہے اور نوبت یہاں تک پہونچ گئی ہے کوئی دوا جیسے اثر ہی نہیں کرتی۔ میں نے اسے نقوع شاہترہ کی کل ۲۰ پڑیا پلائیں۔ بحمد اللہ وہ مکمل طور سے ٹھیک ہوگئی۔ حالاں کہ وہ ایلوپیتھک اور ہومیو پیتھک علاج کرا کے ہار چکی تھی۔

مارچ ۲۰۱۰ء کی بات ہے۔میرے پڑوس کے گاؤں سے بندریش نامی جوان مریض آیا اور کہا کہ حکیم صاحب! رات میں کیڑیاں بہت کاٹتی ہیں، پوری رات میں پریشان رہتا ہوں۔ کیڑیوں کی خاتمہ کی تمام ایلیو پیتھک دوائیں کھا چکا ہوں۔ لیکن کوئی افاقہ نہیں ہوا۔اس کو

میں نے یہی نقوع شاہترہ دس پڑیا پلایا،قدرے افاقہ ہوا مزید دس دن دس پڑیا پلایا۔مریض نے بتایا کہ اسکو مکمل افاقہ ہے۔

اعظم گڑھ شہر پہاڑ پور سے ایک خاتون اپنے دس سالہ بچے کو لے کر میرے مطب آئیں اور کہا کہ پچھلے دو سالوں سے میں بچے کو لے کر بہت پریشان ہوں۔ بچے کو رات میں کیڑیاں کاٹتی ہیں۔مقعد کے مقام پر کیڑیاں دکھائی پڑتی ہیں۔اب تو صورتِ حال یہ ہے کہ کیڑیاں رات کو بستر پر پھیل جاتی ہیں۔بچہ رات بھر بے قراری میں تڑپتا ہے کروٹیں بدلتا ہے،روتا ہے، چلاتا ہے۔ میں نے ہومیو پیتھ، ایلو پیتھ میں بہت دوا کی لیکن کوئی افاقہ نہیں ہوا۔میں نے کہا کہ اسے میں ایک کاڑھا پلانا چاہتا ہوں،لیکن وہ بہت کڑوا ہے۔یہ چھوٹا بچہ ہے۔اسے پی نہیں پائے گا۔صرف ایک پڑیا لے جاؤ،اس میں شہد ملا کر میٹھا کر لینا۔اگر یہ پی سکے تو مزید دس پڑیا دوں گا۔تیسرے دن اس کی ماں بچے کو لے کر آئی کہا کہ ایک پڑیا میں نے بچے کو پلائی۔آج بہت دنوں کے بعد میرا بیٹا پوری رات سویا ہے۔اس کو بہت آرام ہوا۔صرف ایک پڑیا سے۔یہ سن کر میرا دل جزبۂ شکر سے بھر گیا۔میں نے اسے دس پڑیا دیں۔بحمد للہ دس پڑیا پی لینے کے بعد کیڑیوں کی شکایت بالکل ختم ہوگئی، میں نے اسے خمیرہ مروارید چٹانے کے لیے دیا۔

اعظم گڑھ شہر سے ایک چالیس سالہ مریضہ میرے مطب پرآئیں۔مطب میں کافی دیر خاموش رہیں، میرے پوچھنے کے بعد بھی وہ خاموش رہیں۔پھر دھیرے سے کہا کہ مجھے کیڑیاں کاٹتی ہیں اور بہت پریشان ہو جاتی ہوں۔رات میں انھیں کیڑیوں کی وجہ سے سونا محال ہے۔دوائیں تو میں بہت کھا چکی ہوں، لیکن آرام نہیں ہوا۔میں نے مریضہ کو دس پڑیا نقوع شاہترہ پینے کو دیا اور کہا کہ آپ اسی سے ٹھیک ہو جائیں گی۔انشاء للہ۔ وہ بحمد للہ دس پڑیا پی کر مکمل ٹھیک ہوگئیں۔بعد میں وہ اسی تکلیف میں مبتلا دوسری مریضہ کو لے کر آئیں۔

ان تجربات سے یہ واضح ہوا کہ نقوع شاہترہ مصفی خون ہونے کے ساتھ ساتھ پیٹ کی کیڑیوں کی ایک بہترین دوا ہے۔کیڑیاں خواہ بچوں کو ہوں یا بڑوں کو، سب کے لیے یکساں مفید ہے۔اس کے علاوہ اس نقوع کے کچھ اور طبی فوائد بھی مشاہدہ میں آئے جس کا ذکر کرنا افادیت سے خالی نہیں ہے۔

نومبر۲۰۱۲ء کی بات ہے۔اعظم گڑھ اسحٰق ہاسپٹل میں کیرلا کی ایک نرس ۲۵ سالوں سے خدمت انجام دے رہی ہیں۔اچانک ان کے بدن کے سارے جوڑوں میں شدید درد شروع ہوگیا۔ گھٹنے اور ٹخنے پہ کافی سوجن تھی۔لیکن اس نرس نے کوئی بھی ایلوپیتھ دوا کھانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ مجھے Sideffect معلوم ہے۔ مجھے اپنا علاج جڑی بوٹی سے ہی کرانا ہے۔وہ میرے مطب پر آئیں۔ گھٹنے، ٹخنے، کہنی پر سوجن تھی اور درد بھی تھا۔میں نے ان کے ہاسپٹل کی مصروفیات کا خیال کر کے دوا کے اوقات کو مرتب کیا۔

'بنڈال پانی' میں پکا کر اس کے پانی سے سوجے ہوئے جوڑوں کی دھلائی کریں۔''حب اسگند۔خانہ ساز'' ۳۔۳ گولی صبح شام''معجون۔

''عشبہ'' ایک چمچہ شام ۴؍ بجے''نقوع شاہترہ'' رات کا کھانا کھا لینے کے ۲ گھنٹہ بعد سوتے وقت پی لیں۔دس دن بعد سوجن اور درد میں کافی آرام تھا۔نقوع شاہترہ ۲۰ دن پلانے کے بعد بند کرا دیا،سوجن غائب تھی درد میں افاقہ تھا۔حب اسگند اور معجون عشبہ ۲۰ دن مزید کھلا کر بند کر دیا۔ بحمد للہ اسے مکمل شفا ہوئی۔ اس کے بعد سے وہ نرس اپنے ہاسپٹل سے ایسے مریضوں کو یہ کہہ کر بھیجتی ہیں کہ اگر وہ کڑوا کاڑھا پی سکو تو جاؤ بالکل ٹھیک ہو جاؤ گی۔

''نقوع شاہترہ'' کا مصفی خون ہونا تو ثابت ہے۔اس پہلو سے اس نسخے کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔لیکن اس نسخے کے جو دوسرے فوائد سامنے آئے ہیں،قدیم اطباء نے کہیں ایسے فوائد کا ذکر نہیں کیا ہے۔ مریضوں کے علاج سے جو فہم حاصل ہوا، اسی کی روشنی میں میں نے یہ تجربات کیے ہیں۔ اس نقوع کا پینا، ایک کڑوا گھونٹ ہے۔اس کا استعمال اور آسان بنانے کے لیے ہم نے اس کا عصارہ تیار کیا اور اس عصارہ کو'سفوف' کر کے کیپسول میں بھر کر استعمال کرایا تو نقوع کے جملہ فوائد کیپسول سے نہیں ملے۔ہاں اس کا فائدہ''یوریک ایسڈ'' بڑھ جانے کی صورت میں پایا،نقرس کے مرض میں اور دواؤں کے ساتھ اسکو شامل کریں تو فائدہ ہوتا ہے۔ہم نے اسکا شربت تیار کیا تو وہ محض ایک مصفی خون شربت ہی رہا،دیگر فوائد مفقود تھے۔

میری خواہش ہے کہ وہ اطباء جو خالص یونانی میں مطب کرتے ہیں اور وہ پروفیسر حضرات جو طب یونانی کو فروغ دینے کیلئے عملاً کوشاں ہیں اور MD اسکالرس ان تجربات کی

روشنی میں تحقیق کریں۔میری تحریر شاید ان کیلئے مہیز کا کام کر سکے۔

میں الحمدللہ پچھلے ۱۴ سالوں سے یونانی مطب کررہا ہوں میں اپنے مطب میں یونانی کے ساتھ کسی اور پیتھی کو شریک نہیں کرتا۔ میں اسے غلط سمجھتا ہوں ۔نقوع شاہترہ کے تعلق سے جو بھی میرے تجربات تھے .اسے بلاکم وکاست لکھ دیا ہے۔ یہ ایک مثال بھی ہے کہ بظاہر معمولی نظر آنے والے نسخے کس قدر افادیت کے حامل ہوتے ہیں اور ان سے کس کس طرح کے لا علاج امراض کا علاج ہوتا ہے ۔اگر ہم تھوڑی ہمت کریں اور کچھ مشقت اٹھائیں۔مفردات کو اکٹھا کرنا اپنی نگرانی میں ان مفردات کو صاف کرانا ،سفوف، گولیاں،حبوب ،بنوانا ،ان کاموں کیلئے تھوڑی مشقت اٹھانی پڑتی ہے۔خود کو ان مشقتوں کا عادی بنائیں۔اس ذریعہ سے کامیابی بھی ملتی ہے۔ دوائیں معیاری بنتی ہیں اور فائدہ ہوتا ہے ۔میرا معمول ہے میں اہم کیسیز کی فائل بناتا ہوں ۔نوٹ کرتا ہوں جانچ وغیرہ کی رپورٹوں کی فوٹو کاپی کر کے اپنے پاس محفوظ کرتا ہوں اور برسوں بعد تک اہم مریضوں سے رابطہ رکھتا ہوں۔تجربات کا یہ سفر جاری ہے۔ اس لمبے اور طویل سفر کی ایک کڑی ''نقوع شاہترہ' ہے ۔اللہ اس شروعات کو طبی دنیا سے جڑے تمام لوگوں کے لیے مفید تر بنادے۔آمین۔

حمدباری تعالیٰ

رکھتا ہے یہ تمنا دل میں غلام تیرا
وردِ زباں ہو اس کے ہر لمحہ نام تیرا

کیڑے کو رزق تو ہی سیپی میں دے رہا ہے
روزی ہر اک کو دینا مالک ہے کام تیرا

مرضی تری نہ ہو تو پتہ بھی ہل نہ پائے
دیکھا ہے اس جہاں میں سب نے نظام تیرا

انسان ڈھونڈتا ہے در در پہ جاکے تجھ کو
حالاں کہ ہے دلوں میں مولا قیام تیرا

تیری برابری کی کوشش جو کسی نے
برباد کرکے چھوڑا وہ ہے مقام تیرا

میں بھی اسی نبی کا ادنیٰ سا امتی ہوں
عرش بریں سے پہنچا جس کو سلام تیرا

تونے جو حمد گوئی کی ہے ضمیرؔ سن لے
بے شک جہاں میں ہوگا اک دن مقام تیرا

(**ضمیر اعظمی**، نئی دہلی)

خوش خبری

انشاءاللہ جریدہ حیات نو کی اگلی خاص اشاعت (اگست وستمبر ۲۰۱۹) کا عنوان:

'مدارس اسلامیہ کا نظام تربیت' ہوگا۔

انشاءاللہ یہ خصوصی شمارہ ''غیر نصابی'' سرگرمیوں کا احاطہ کرے گا۔تمام فارغین کے لیے حیات نو کے صفحات حاضر ہیں۔ذیل میں چندعناوین پیش کئے جاتے ہیں۔ان کے علاوہ پر بھی تحریریں ارسال کی جاسکتی ہیں۔

۱-فارغین مدارس کی غیر تدریسی خدمات،مشاہدوتجربات کی روشنی میں۔

۲-صحبت صالح: استاذ وطالب علم کا تعلق ، کلاس اور دارالاقامۃ کی زندگی ،مطبخ اور کھیل کا میدان۔

۳-لائبری کلچر کا فروغ، ریڈنگ ہال، کاؤنسلنگ ،گروپ ڈسکشن۔

۴-کیمپس میں اسپورٹس پروگرام،قومی رصوبائی رضلعی پروگرام میں شرکت کے مواقع اور کوچ کا انتظام۔

۵-جمیعۃ الطلبہ کی فنڈنگ، ہندی، اردو، انگریزی اور عربی زبانوں میں تقریری اور تحریری مسابقوں کی حوصلہ افزائی، بین المدارس مسابقے اور تعلیمی زیارت واسفار۔

۶-ورک شاپس کا انعقاد اور ان میں عملی مظاہرے مثلا خطبات جمعہ وعیدین ،قرآت وتجوید، خطبہ نکاح،کسوف وخسوف اور صلاۃ خوف کی مشقیں۔

۷-برج کورسز اور فاصلاتی نظام تعلیم کے تجربات۔(علی گڑھ، حیدرآباد وغیرہ کے تجربات کی روشنی میں)

۸-تصنیف،تحقیق،تحشیہ نگاری اور ترجمہ وترجمانی۔

۹-دروس قرآن وحدیث،خطبہ جمعہ وعیدین،علمی خطابات اور دعوتی ملاقاتیں۔

۱۰-دینی جماعتوں کے اکابرین، دفاتر اور NGO کے ساتھ طلبہ وطالبات کا تعامل۔

۱۱-حکومتی اسکیموں اور وظائف سے استفادہ کی شکلیں۔

تعارف وتبصرہ

کتاب: **اسلام اور انسانی حقوق**
مرتب: مولانا سید جلال الدین عمری
صفحات: ۱۲۵
قیمت ۱۲۰/روپے
ناشر: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی
تبصرہ: **ڈاکٹر عبدالرحمن فلاحی**
(انچارج شعبۂ ادارت، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی)

مولانا سید جلال الدین عمری کو 'انسانی حقوق' کے موضوع سے دل چسپی رہی ہے۔ ایک عرصہ سے شائع ہونے والی کتابوں میں 'غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق'، 'مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ'، 'غیر اسلامی ریاست اور مسلمان'، 'بچے اور اسلام'، 'اسلام میں خدمت خلق کا تصور' اور 'اسلام۔ انسانی حقوق کا پاسبان' جیسی وقیع کتابیں اس کا ثبوت فراہم کرتی ہیں۔ پیش نظر کتاب 'اسلام اور انسانی حقوق' مولانا کی وہ تقریر ہے جو انھوں نے مرکز جماعت اسلامی ہند کے ایک ہفتہ وار اجتماع میں پیش کی تھی۔ اس کا انگریزی اڈیشن بھی منظر عام پر آچکا ہے۔ اس میں تفصیل نہ سہی، مگر موضوع کے بیش تر پہلوؤں پر اسلامی تعلیمات کا خلاصہ آگیا ہے۔

انسان ظلم وزیادتی کے ہمیشہ سے شکار رہے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ مختلف ادوار میں اس کی صورتیں بدلتی رہی ہیں۔ گزشتہ کئی سالوں سے مسلمانوں کی نسل کشی کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا ہے جو بیان سے باہر ہے۔ بنیادی حقوق کے استحصال اور جینے کے حق سے محروم کرنے میں شرمندگی اور قباحت محسوس نہیں کی جاتی۔ اسی طرح ان کے ساتھ عدل وانصاف

کے وہ تقاضے بھی پورے نہیں کیے جاتے جو مطلوب ہیں۔ بعض ممالک میں ایسے عناصر کو سرکاری سرپرستی حاصل ہے۔ ظاہر ہے، اسے کوئی بھی مہذب معاشرہ برداشت نہیں کرسکتا۔ مقام حیرت ہے کہ ان زیادتیوں کے خلاف عالمی سطح پر آوازیں اٹھتی ہیں اور بے چینی اور اضطراب بھی پایا جاتا ہے، لیکن انھیں روکنے کے لیے عملی قدم نہیں اٹھائے جاتے، جس سے باطل طاقتیں بے خوف ہوکر اپنے مشن کو انجام دیتی ہیں۔ اس گھناؤنے فعل نے اتنی بھیانک شکل اختیار کر لی ہے کہ عالمی برادری کو یہ سوچنے پر مجبور ہونا پڑا کہ انسانوں کو ظلم وزیادتی سے بچانے کے لیے قوانین بنائے جائیں۔ کتاب میں یہ تفصیل موجود ہے کہ اس کا احساس پہلے مغرب کو ہوا اور انھوں نے ہی اس بارے میں واضح تصور پیش کیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ مغرب میں انسانی حقوق کی تحریک کے علم برداروں میں فرانس نے سب سے پہلے انسانی حقوق سے محروم لوگوں کی حمایت میں آواز اٹھائی۔ مولانا نے اس ضمن میں اقوام متحدہ کے عالمی منشور کا ذکر کیا ہے، جس میں فرد کی آزادی، عدل وانصاف اور مساوات کی ضمانت دی گئی ہے۔ حالاں کہ یہ بعض خامیوں کی وجہ سے اب تک بے اثر ہی ثابت ہوا ہے۔ اس کے غیر مؤثر ہونے کی وجوہ کیا ہیں، یہ تمام پہلو کتاب میں زیر بحث آئے ہیں۔

اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے۔ اس کی تعلیمات زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہیں۔ انسانی حقوق اور خدمت خلق کے متعلق اسلامی قانون اور راہ نما اصول قرآن وحدیث میں موجود ہیں۔ ہر فرد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ آزادی سے زندگی بسر کرے، اسے مساوات اور برابری کا درجہ دیا جائے، اس کے ساتھ عدل وانصاف کے تقاضے پورے کیے جائیں، تاکہ حق تلفی کا اندیشہ نہ رہے، اسے بنیادی ضروریات کی تکمیل کے لیے معاشی جدوجہد کی آزادی حاصل ہو، معاشرتی وسماجی حقوق کے لیے کوئی پابندی نہ ہو، ملک وملت کی خدمت انجام دینے اور اظہار خیال کی آزادی حاصل ہو۔ ایسے بیشمار حقوق ہیں، جن کی اسلام میں ضمانت دی گئی ہے۔ قرآن میں انسانی جان کو محترم قرار دیا گیا ہے اور فطری حقوق سے محروم کرنے کی سخت ممانعت وارد ہوئی ہے۔ مولانا نے ان عناوین کے خاص نکات پر قرآن وسنت کی روشنی میں گفتگو کی ہے۔ انھیں پڑھ کر قارئین سمجھ پائیں گے کہ اسلام نے انسانوں کو یہ تمام حقوق تو بہت پہلے سے ہی دیے ہیں، لیکن دوسرے مذاہب کے لوگ مشکل سے ان کا اعتراف کر پاتے

ہیں۔مصنف نے بجا طور پر لکھا ہے: ’’حقیقت یہ ہے کہ جو حقوق کسی فرد یا طبقہ کو لازماً ملنے چاہئیں، اسلام وہ تمام حقوق فراہم کرتا اور انسان کے فطری تقاضوں کی بہتر انداز میں تکمیل کرتا ہے۔‘‘امید ہے، اس کتابچہ کو ہر حلقے میں پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جائے گا۔اس کے مطالعے سے یقیناً انسانی حقوق کے سلسلے میں اسلام کا موقف سمجھنے میں مدد ملے گی۔

☆☆☆

کتاب: **فقہی مقالات**

مصنف: مولانا ولی اللہ مجید قاسمی

صفحات: ۵۸۰

قیمت: ۳۰۰/-روپے

سنہ اشاعت: ۲۰۱۷

ناشر: مکتبہ اشرفیہ۔ ۳۶، محمد علی روڈ، ممبئی۔۳

تبصرہ: **عبد الحی اثری**، نئی دہلی

انسانوں کی ہدایت و رہ نمائی کا ذریعہ قرآن مجید اور سنت نبویؐ ہے۔ ہر شخص کے لیے ممکن نہیں کہ وہ ہر مسئلے میں قرآن مجید اور سنت نبویؐ سے رہ نمائی حاصل کر سکے۔اس لیے فقہاء نے کتاب و سنت کی تمام تعلیمات کو اس طرح جمع کر دیا ہے کہ ان سے استفادہ آسان ہو گیا ہے۔ اس طرح انھوں نے دور حاضر کے نئے پیدا شدہ مسائل کو اپنی حکمت و فراست سے کتاب و سنت کی روح اور منشا کے مطابق حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہر زمانے میں ایسے فقہاء اور علماء پیدا ہوتے رہے ہیں، جنھوں نے اس فریضے کو بہ خوبی انجام دیا ہے اور امت کی رہ نمائی کی ہے۔

مولانا ولی اللہ مجید قاسمی عظیم درس گاہ دار العلوم دیو بند کے فاضل ہیں، انھوں نے فقہ میں تخصص کیا ہے۔ کئی کتابوں کے مؤلف ہیں۔ فقہی موضوعات پر ان کے مضامین مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ تقریباً اٹھارہ سال سے ہندوستان کی معروف درس گاہ جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڑھ میں حدیث اور فقہ کی تدریس کی خدمات انجام دے رہے ہیں اور جامعۃ الفلاح کی افتاء کمیٹی کے رکن ہیں۔

مشہور فقیہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی) مصنف کتاب کی فقہی بصیرت کے متعلق کتاب کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں کہ: ''ما شاء اللہ انھیں لکھنے پڑھنے کا اچھا ذوق ہے۔ اسلامک فقہ اکیڈمی کے سمیناروں میں ان کے مقالات قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اور میرا یہ تجربہ ہے کہ وہ کسی مسئلے پر غور کرنے میں شارع کے نصوص، فقہاء کی تصریحات اور اپنے عہد کے مقتضیات، تینوں پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہیں۔ شاید یہ ذوق و مزاج کی ہم آہنگی کی بات ہوگی کہ اس حقیر کی اور ان کی رائے کے درمیان خاصی ہم آہنگی پائی جاتی ہے''۔ (ص:۱۹)

زیر نظر کتاب مولانا محترم کے اکیس (۲۱) وقیع مقالات کا مجموعہ ہے۔ اس میں عبادات، سماجی مسائل، معاشیات اور طب و علاج کے متعلق موضوعات زیر بحث آئے ہیں۔ کچھ اہم مقالات کے عناوین یہ ہیں: غلے اور پھول کی زکوٰۃ، مشروط نکاح، کفاءت کی شرعی حیثیت، مشترکہ اور جداگانہ خاندانی نظام، فیملی پلاننگ، حالت نشہ کی طلاق، تعاونی بیمہ، جوا اور جوا آمیز معاملات، غیر مسلموں کے ساتھ سماجی تعلقات، اسلام کا نظریۂ طب و علاج، الکوہل کا استعمال، قتل بہ جذبۂ رحم، جہیز یا وراثت وغیرہ۔

اس کتاب کا ایک مقالہ 'مصارف زکوٰۃ' پر مشتمل ہے۔ مصارف زکوٰۃ کی ایک مد 'عاملین' پر گفتگو کے دوران مدارس کے سفراء اور محصلین کے ذریعے چندہ کے موجودہ نظام کے بارے میں مولانا لکھتے ہیں: ''وصولی زکوٰۃ اور چندہ کے موجودہ نظام کی کسی بھی حیثیت سے تائید نہیں کی جا سکتی کہ اس نے تو اس اجتماعی نظام کا تصور ہی مٹا کر رکھ دیا ہے۔ اس کی وجہ سے علماء اور اہل مدارس کی جو بے وقعتی اور آپسی نزاع کی جو کیفیت ہے، وہ محتاج بیان نہیں ہے''۔ (ص ۳۸)

مصارف زکوٰۃ کی ایک مد 'فی سبیل اللہ' ہے۔ اس کا مفہوم بڑا وسیع ہے اور یہ ہر طرح کی نیکی کے کاموں کو شامل کرتا ہے۔ اس کا ایک مفہوم اللہ کی راہ میں جہاد و قتال کرنا ہے۔ بعض حضرات نے جہاد کے مفہوم میں وسعت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور کہا ہے کہ جہاد سے مراد صرف قتال نہیں، بلکہ اللہ کے علم کی سر بلندی کے لیے جو بھی کوششیں کی جائیں وہ سب اس میں شامل ہیں۔ مصنف نے 'فی سبیل اللہ' میں جہاد کے اس مفہوم کی تردید کی ہے۔ (ص ۷۱)

کتاب کے ایک اہم مقالے میں جوا اور جوا آمیز معاملات پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔ اس میں مصنف نے جوا کی حرمت اور اس کے معاشی و اخلاقی نقصانات بیان کیے ہیں اور اس کی مختلف شکلوں پر الگ الگ تفصیلی بحث کی ہے، جیسے انعامی مقابلے، تیراندازی، نشانہ بازی، گھڑ دوڑ، معمہ، چوسر، شطرنج، کرکٹ، لوڈو، تاش، کبوتر بازی، پتنگ بازی، انشورنس اور لاٹری وغیرہ۔

فاضل مصنف نے جس موضوع پر قلم اٹھایا ہے، اس کا حق ادا کر دیا ہے۔ ہر مسئلے میں وہ سب سے پہلے قرآن مجید اور احادیث نبویؐ سے دلیل دیتے ہیں، اس موضوع پر ائمہ اور فقہائے سلف و خلف نے جو کچھ لکھا ہے، اس کو بیان کرتے ہیں، فقہائے احناف کے علاوہ دیگر مسالک کے فقہاء کی رائے بھی نقل کرتے ہیں۔ اگر ان کی اپنی کوئی رائے ہے تو دلیل کے ساتھ اس کو بھی بیان کر دیتے ہیں۔ مسائل کی توضیح وتشریح اس طرح کرتے ہیں کہ ہر مسئلہ بالکل واضح اور نکھر کر آجاتا ہے اور سمجھنے میں کوئی پریشانی اور الجھن محسوس نہیں ہوتی۔

یہ مجموعۂ مقالات اہل علم کے علاوہ مدارس کے اساتذہ وطلبہ، اصحاب ذوق اور قانون داں حضرات کے لیے بھی مفید ہے۔ اس عمدہ کاوش پر وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔

☆☆☆

کتاب: **معاشرتی زندگی کی بہتری کے اصول وآداب: قرآن وسنت کی روشنی میں**

مصنف: پروفیسر ظفر الاسلام اصلاحی [سابق صدر شعبہ اسلامک اسٹڈیز علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی]

صفحات: ۱۴۴

قیمت: ۱۵۰/- روپے

اشاعت: ۲۰۱۸ء

ناشر: حلقۂ درس قرآن، اسلام منزل، اسٹریٹ نمبر ۸، اقراء کالونی، علی گڑھ۔۲۰۲۰۰۲

مبصر: **ڈاکٹر مصعب گوهر**

(سابق صدر شعبہ اسلامک اسٹڈیز)

ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی علمی دنیا میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ زیر تبصرہ کتاب 'معاشرتی زندگی کی بہتری کے اصول وآداب قرآن وسنت کی روشنی میں' موصوف کی

ایک تازہ تصنیف ہے جو اس سلسلہ کی ایم اہم کڑی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ آج ہمارا معاشرہ بہت سی تہذیبی اور اخلاقی بیماریوں کا شکار ہے۔ باہمی حقوق کی پامالی، بغض وحسد،ایک دوسرے کی اہانت اورتحقیر،تکبر،ایک دوسرے کا تجسس وغیرہ وہ اخلاقی امراض ہیں جو ہمارے معاشرے کا ناسور ہیں۔اس حوالہ سے زیر تبصرہ کتاب میں قرآن وسنت میں بکھرے ہوئے جواہر پاروں کوخوش اسلوبی سے ایک لڑی میں پرویا گیا ہے اورحسن معاشرت کا ایک بہترین مرقع پیش کیا گیاہے۔اس کتاب کا مطالعہ سماج کے ہر طبقہ کے لیے یکساں طور پر مفید ہے۔یہاں تک کہ غیر مسلم احباب بھی اس سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ضرورت ہے اس کتاب کو ہندی زبان میں بھی شائع کیا جائے۔

کتاب کل ایک سو چوالیس (۱۴۴) صفحات پر مشتمل ہے۔ جو کل پانچ ابواب پر منقسم ہے۔ باب اول آداب معاشرت قرآن وسنت کی روشنی میں، بہت اہم ہے جو روز مرہ کی معاشرتی زندگی کے مختلف آداب واصول سے بحث کرتا ہے مثلاً گھر میں داخل ہونے کا طریقہ، ملاقات کے آداب، آداب مجلس،لباس وپوشاک،خوردونوش اور طہارت ونظافت وغیرہ کے اسلامی آداب سے بحث کرتاہے۔آج کل ہمارے معاشرہ میں فیشن کے طور پر کھڑے ہوکر کھانے پینے کا رواج مقبول ہوتا جارہاہے۔ یہ یقیناً مغربی تہذیب کا اتباع ہے۔ یہ سسٹم شادی بیاہ اور ولیموں کی دعوت میں زیادہ عما ہے نیز نہ صرف عوام بلکہ خواص بھی اسکا شکار ہیں۔طرفہ یہ ہے کہ بعض احباب اس کو مذہب سے بھی جوڑ دیتے ہیں اور اس کے اثبات میں قرآن وحدیث سے بھی استدلال کرنے سے بھی اجتناب نہیں کرتے۔اس باب میں اس نظریہ کا بطال ہے اور یہ ثابت کیا گیاہے کہ کھانے پینے میں بیٹھنا ہی سنت ہے۔ہمیں اس طریقے کو اپنے سماج میں عموماً اور شادی بیاہ میں خصوصاً عام کرنا چاہیے۔

باب دوم: زندگی کے ہر معاملہ میں معتدل رویہ۔قرآن وسنت کا مطالبہ۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلام دین فطرت ہے جس میں توسط، میانہ روی اور اعتدال کو مرکزی حیثیت حاصل ہے آنحضورﷺ کا ارشاد ہے کہ اعتدال اور توسط تمام کاموں میں بہتر ہے۔افراط اورتفریط دوانتہا ہیں اور دونوں مہلک ہیں۔کھانا پینا بولنا ملنا جلنا اور دیگر جملہ امور مثلاً دوستی اور دشمنی وغیرہ یہاں

تک کہ عبادت میں بھی اعتدال مطلوب ہے۔اعتدال ہمیں نہ صرف جسمانی بلکہ طبی اور نفسیاتی راحت بھی پہنچاتا ہے اور یہی ہماری دنیاوی اور اخروی کامیابی کا ضامن بھی ہے۔ اگر ہم اعتدال سے ہٹ جائیں تو یقیناً ظلم کی جانب بڑھیں گے۔ اس لیے اس حوالہ سے یہ باب بہت قیمتی ہے جس میں اکل شرب،لباس و پوشاک یہاں تک کہ عبادات میں بھی اعتدال کو اختیار کرنے کی تعلیم دی گئی ہے جو قرآن وسنت کے عین مطابق ہے۔

باب سوم: سماجی برائیوں کا انسداد اور قرآنی تدابیر کے عنوان پر مشتمل ہے۔جس میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ اصلاً قرآن وسنت کی تعلیمات ہی سماجی امراض کا مداوا ہیں۔آج ہم زندگی کے مختلف شعبوں میں پریشان ہیں جس کی کلیدی وجہ اسلامی تعلیمات سے نظریاتی اور عملی انحراف ہے۔اقبال مرحوم نے بجا فرمایا تھا کہ ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہوکر۔اس باب میں قرآن کا نظریہ معاد اور آخرت، خاص طور سے قابل مطالعہ ہے جو ہمیں خود احتسابی پر ابھارتا ہے اور نتیجاً فرد اور معاشرہ شر وفساد کو چھوڑ دیتا ہے اور خیر کی جانب چل پڑتا ہے۔اسلام کے علاوہ دیگر بہت سے مذاہب میں معاد کا واضح تصور نہ ہونے کی وجہ سے برائیوں کا جڑ سے انسداد نہیں ہو پاتا۔ دراصل خوف خدا اور فکر معاد انسان کو اصلاً جرائم سے باز رہنے میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔اس حوالہ سے اسلامی تعلیمات ممتاز ہیں اور اس باب میں اس پہلو پر زور دیا گیا ہے۔

باب چہارم: خلق خدا کو نفع رسانی بھی بہت معنویت کا حامل ہے۔آج کل مغربی کلچر اور مادیت سے متاثر ہوکر لوگ خودغرض ہوگئے ہیں۔نفع حاصل کرنے کا جذبہ تو ہے مگر نفع رسانی کا نہیں۔صحیح بخاری کی روایت ہے کہ دین خیرخواہی کا نام ہے۔نفع رسانی کے کئی مراتب ہیں جن میں سب سے اہم مرتبہ یہ ہے کہ اپنی ضرورت پر دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دی جائے۔یہی نبوی منہج ہے اور یہی صحابہ،صحابیات،تابعین اور دیگر اکابر واسلاف کا جادہ ہے۔ ایذارسانی کی کئی شکلیں ہیں۔مثلاً ذہنی، جسمانی، نفسیاتی وغیرہ۔اس طرح نفع رسانی کی بھی کئی شکلیں ہیں۔ مثلاً ہم اپنے دولت، علم اور طاقت سے کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں۔قرآن وحدیث میں نفع رسانی کی بکھری ہوئی مختلف صورتوں کو اس بابگ میں یکجا کیا گیا ہے۔

باب پنجم: معاشرہ میں خیر کا فروغ سے عبارت ہے۔ یہ باب بھی باب چہارم کی طرح ہے جس کو بجا طور پر باب چہارم کا تتمہ کہا جا سکتا ہے۔ آج ہم برائی میں مسابقت کر رہے ہیں جب کہ قرآن میں خیرا اور بھلائی کے کاموں میں سبقت لے جانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم خود بھی ان تعلیمات پر عمل کریں اور اپنی اگلی نسل یعنی اپنے بچوں کو بھی اس کی تلقین کریں۔

حقیقت یہ ہے کہ مومنانہ زندگی گزارنے کے لیے اس کتاب میں قرآن وسنت کی تعلیمات کو انتہائی دل نشین انداز میں واضح کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ علوم اسلامیہ کے اسکالرز ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی کی اس کتاب سے استفادہ کیا جائے گا۔

افسوس ناک خبریں

ا۔ ایک افسوس ناک خبر یہ ہے کہ جناب مولانا عبد البر اثری فلاحی صاحب کی والدہ کا ۲/ جولائی ۲۰۱۹ء کو دربھنگہ (بہار) میں انتقال ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

۲۔ جامعۃ الفلاح کے ایک مخلص، زندہ دل اور خوش اخلاق استاذ ماسٹر علی بیگ صاحب (اعظم گڑھ) کا ۲/ جولائی کو انتقال ہو گیا ہے۔ انا لله و نا الیه راجعون. اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، ان کے حسنات کو شرفِ قبولیت بخشے اور انھیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

جامعہ کے لیل ونہار

مصباح الباری فلاحی، استاذ شعبہ اعلی، جامعۃ الفلاح
موبائل: 8565954119

ڈاکٹر محمد مرسیؒ کی وفات پر تعزیتی نشست

۱۸/جون ۲۰۱۹ء بروز سہ شنبہ جامعہ کی مسجد میں مصر کے سب سے پہلے منتخب صدر ڈاکٹر حافظ محمد مرسیؒ کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔

کنوینر جناب مولانا ذکی الرحمٰن غازی ندوی فلاحی صاحب نے اپنی گفتگو میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں نبی بھیجے، جب جب بگاڑ پیدا ہوا تو اللہ نے نبی بھیجے لیکن ان کی کتاب کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ نے نہیں لی تھی، اس لئے تحریف ہوجاتی۔ قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ نے لی ہے اور پوری تاریخ گواہ ہے کہ نبی کی تجدید کے لیے بہت سے لوگوں کو بھیجا مصر میں حسن البناء شہیدؒ اور ہندوستان میں مولانا مودودی کو۔ حسن البناء شہید کی برپا کردہ تحریک کے ڈاکٹر حافظ محمد مرسیؒ ایک فرد تھے جنھوں نے اپنی زندگی اللہ کے حوالے کردی اور شر پسندوں کے سامنے کبھی جھکنا کبھی پسند نہیں کیا۔

سابق ناظم جامعہ جناب مولانا طاہر مدنی صاحب نے تعزیتی کلمات پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ مصر کے سب سے پہلے عوام کے منتخب کردہ صدر ڈاکٹر حافظ محمد مرسیؒ کی ولادت اگست ۱۹۵۳ء میں ہوئی قاہرہ میں تعلیم حاصل کی امریکہ میں پی ایچ ڈی کی۔ ۲۰۱۰ء میں مصر کی ایک یونیورسٹی میں اپنی خدمات انجام دیں۔ ۲۰۱۱ء میں عوام ان کو صدارت کی ذمہ داری سونپ دی۔

مرسیؒ نے نیا مصر دستور ریفرینڈم کے ذریعے بنایا۔محمد مرسیؒ نے مصر کی ترقی کے لیے بہت تیزی سے کام کیا۔۱۷رجون ۲۰۱۹ءکو عدالت میں پیشی کے دوران طبیعت بگڑی اور اللہ کو پیارے ہوگئے ۔ان پر جھوٹے مقدمات لگائے گئے ۔لیکن کبھی شر پسندوں کے سامنے جھکنا گوارہ نہ کیا۔مصر میں اخوان نے بڑی قربانیاں دی ہیں۔حسن البناء شہیدؒ نے ایسی روح پھونکی کی زندگی کے ہر پہلو میں اسلام کو زندہ کردیا جائے، انگریزی سامراجیت نے شاہ فاروق کے اس تحریک کو دبانے کی کوشش کی لیکن ناکامی ملی۔جس طرح حسن البناء شہیدؒ کی نماز جنازہ میں عام اجازت نہیں دی گئی اسی طرح محمد مرسیؒ کے ساتھ کیا گیا۔ جب مرسیؒ نے ۲۰۱۱ء میں مصر کی قیادت سنبھالی تو ایک جگہ فرمایا تھا کہ''عزت انہی کی کی جائے گی جو محمدؐ کی عزت کرے گا جو محمدؐ کی عزت نہیں کرے گا اس کی عزت نہیں کی جائے گی''۔ان کا یہ جملہ آب زر سے لکھے جانے کے لائق ہے۔اخوان المسلمین کی اہم خصوصیت یہ ہے کبھی انہوں نے سر جھکانا گوارہ نہیں کیا ان کا آخری پیغام یہ ہے کہ ہمارے لئے عزیمت کا راستہ ہے۔

مہتمم تعلیم وتربیت جناب مولانا نعیم الدین اصلاحی صاحب نے تعزیتی کلمات پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ آج کا دن یقیناً ہمارے لیے سیاہ دن ہے لیکن جو لوگ اس راہ کے داعی ہیں، وہ موت کا یقین رکھتے ہیں۔ اخوان المسلمین نے پوری زندگی استقامت کی زندگی گزاری۔ جب کوئی دین کا فلسفہ پیش کرتا ہے تو اس سے کسی کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی ہے لیکن دنیا کے لوگ اس اسلام کو ناپسند کرتے ہیں۔اسلام زندگی کے ہر معاملہ میں رہنمائی کرتا ہے، اس پر سب لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے۔امریکہ میں غزالی کے فلسفہ پر تحقیقات ہوتی ہیں اور ہورہی ہیں لیکن ابن تیمیہؒ، خلفائے راشدین کے کام پر تحقیقات نہیں ہوتی ہیں۔جس راستے پر مرسیؒ چلے ہیں وہ ہمارے لئے نجات کا راستہ ہے ان کے مرنے سے ان کا مشن نہیں ہوگا۔

ناظم جامعہ جناب مولانا رحمت اللہ اثری فلاحی مدنی صاحب نے صدارتی خطبہ میں فرمایا کہ ڈاکٹر حافظ محمد مرسیؒ کی پوری زندگی سے ہمیں شہادت اور استقامت کا پیغام ملتا ہے کہ ان کا حقیقی جرم دین کا جامع تصور اور ہر میدان میں دین کو غالب کرنا ہے ، اخوان کا خلاصہ استقامت ہے ہم بھی اس کو اختیار کریں۔

ایس آئی او فلاح یونٹ کا استقبالیہ پروگرام

۲۳؍جون ۲۰۱۹ء بروز یکشنبہ بعد نماز مغرب جامعہ کی مسجد میں ایس آئی او (SIO) فلاح یونٹ کی جانب سے ایک استقبالیہ پروگرام منعقد ہوا۔

محمد شاداب قریشی (عربی چہارم) کی تلاوت قرآن سے پروگرام کا آغاز ہوا۔ ترانہ تنظیم برادر توثیق کلیم (عربی چہار) نے پیش کیا۔ صدر یونٹ برادر طارق عزیز نے ایس آئی او کا تعارف پیش کرتے ہوئے اس کے اغراض و مقاصد اور ایس آئی او کی سرگرمیوں پر روشنی ڈالی اور ایس آئی او کا پورا اسٹرکچر پیش کیا۔

ناظم شہر بنارس جماعت اسلامی ہند و سابق صدر حلقہ یوپی مشرق جناب اسد اللہ اعظمی صاحب نے تعلیم کی اہمیت و فضیلت اور ایس آئی او کے اغراض و مقاصد پر سیر حاصل گفتگو کی۔

جامعہ کے استاد و امیر مقامی جماعت اسلامی ہند جناب ماسٹر حبیب احمد صاحب نے ایس آئی او کے نصب العین پر گفتگو فرماتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں اپنے نصب العین کو سامنے رکھتے ہوئے ہم اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور اس کے مطابق عمل کریں۔

ناظم جامعہ جناب مولانا رحمت اللہ اثری فلاحی مدنی صاحب نے اپنی گفتگو میں فرمایا کہ ایس آئی او سے اپنے تعلق کو مضبوط کریئے اور ایک مثالی طالب علم بنیے، کیونکہ یہ ایک طلبہ تنظیم ہے جب آپ مثالی طالب علم بنیں گے تو اس سے ایس آئی او کو فائدہ پہونچے گا اور آپ بلندیوں پر فائز ہوں گے۔

آخر میں کلمات تشکر مولانا محمد امجد فلاحی صاحب نے پیش کئے، نظامت کے فرائض صادق امین (عربی پنجم) نے انجام دیئے۔

مولانا اشہد جمالی ندوی صاحب کا خطاب

۲۴؍جون ۲۱۰۹ء بروز دوشنبہ ابو اللیث ہال میں مولانا اشہد جمال ندوی صاحب نے طلبہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ جامعہ میں اس لئے آئے ہیں تاکہ آپ نیک اور اچھے بنیں، قرآن وسنت کے صحیح ترجمان بنیں، آپ کے والدین کی بھی خواہش ہے کہ آپ نیک اور

اچھے بنیں، جامعہ کا منہج قرآن ہے اس لئے آپ قرآن کے علمبردار بنیں، آپ ایک منصوبہ بنالیں تا کہ دنیا وآخرت ہر جگہ کامیاب رہیں اگر آپ اس ادارے کے نصب العین کے مطابق نہیں بنیں گے تو یہ خیر خواہی نہیں ہوگی۔ آپ لوگوں کو معروف کے لئے بھیجا گیا ہے اور منکر سے روکنے کے لئے بھیجا گیا ہے اس لئے آپ حسن اخلاق کے پیکر بنیے اور اپنی ذمہ داریوں کو سمجھئے، اپنے نصب العین کو سامنے رکھئے۔ قرآن وسنت کے صحیح ترجمان بن جایئے۔

جامعہ میں داخلہ ٹسٹ

جامعہ کے تعلیمی کلینڈر کے اعلان کے مطابق پہلا داخلہ ٹسٹ جامعہ میں ۱۶/جون ۲۰۱۹ء بروز یکشنبہ ہوا جب کہ دوسرا داخلہ ٹسٹ اعلان کے مطابق ۱۹/جون ۲۰۱۹ء بروز چہارشنبہ ہوا۔

پہلے داخلہ ٹسٹ میں کامیاب ہونے والے طلبہ وطالبات کی فہرست درجہ ذیل ہے:

پہلا ٹسٹ برائے طلبہ

۱۔عربی اول۔۲۵/طلبہ

۲۔درجہ ششم۔۱/طلبہ

۳۔حفظ ششم۔۲/طلبہ

کل میزان: ۲۳/طلبہ

پہلا ٹسٹ برائے طالبات

۱۔عربی اول۔۴۳/طالبات

۲۔عربی دوم۔۴/طالبات

۳۔عربی چہارم:۲/طالبات

۴۔عربی پنجم:۲/طالبات

۵۔درجہ ششم:۷/طالبات

۶۔حفظ ششم:۱۱/طالبات

کل میزان:۶۹/طالبات

یعنی پہلے داخلہ ٹسٹ میں ۲۳؍طلبہ اور ۶۹؍طالبات کامیاب ہوئے۔

دوسرے داخلہ ٹسٹ میں کامیاب ہونے والے طلبہ وطالبات کی فہرست درجہ ذیل ہے:

دوسرا داخلہ ٹسٹ برائے طلبہ

عربی اول: ۲۲؍طلبہ

عربی دوم: ۲؍طلبہ

عربی سوم: ۱؍طالب علم

عربی چہارم: ۲؍طلبہ

عربی پنجم: ۱؍طالب علم

درجہ ششم ثانوی: ۴؍طلبہ

درجہ ہفتم ثانوی: ۱؍طالب علم

درجہ حفظ ششم: ۳؍طلبہ

کل میزان: ۳۶؍طلبہ

دوسرا داخلہ ٹسٹ برائے طالبات

عربی اول: ۲۶؍طالبات

عربی دوم: ۱؍طالبہ

عربی سوم: ۳؍طالبات

عربی چہارم: ۱؍طالبہ

فضیلت سال اول: ۲؍طالبات

درجہ ششم ثانوی: ۲؍طالبات

حفظ ششم: ۱؍طالبہ

کل میزان: ۳۶؍طالبات

اسی طرح دوسرے ٹیسٹ میں جن طلبہ وطالبات کو ایک درجہ نچلے کلاس کا اہل قرار دیا گیا

ان کی فہرست درجہ ذیل ہے:

طلبہ	طالبات
اعدادیہ:۱۳؍طلبہ	۱۱؍طالبات
عربی اول:۲؍طلبہ	۴؍طالبات
عربی دوم:۱؍طلبہ	۳؍طالبات
عربی سوم:۴؍طلبہ	xxx
کل میزان: ۲۰؍طلبہ	۱۸؍طالبات

اسی طرح ۱۳؍کشمیر سے طلبہ بھی کامیاب ہوئے، فہرست درج ذیل ہے:

عربی چہارم:۶؍طلبہ

عربی اول:۷؍طلبہ

کل میزان: ۱۳؍طلبہ

یعنی کل ملا کر دوسرے ٹسٹ میں ۶۹ طلبہ اور ۵۴؍طالبات نے کامیابی حاصل کی۔ اسی طرح عاملہ کی ایک ہنگامی نشست ہوئی جس میں یہ فیصلہ ہوا کہ تیسرا ٹسٹ بھی لیا جائے چنانچہ تیسرے ٹسٹ کا اعلان ہوا اور ۲۸؍جون ۲۰۱۹ء بروز جمعہ تیسرا ٹسٹ شعبہ اعلی و ثانوی برائے طلبہ ہوا جس میں ۸؍طلبہ کامیاب ہوئے۔ فہرست درج ذیل ہے:

عربی اول:۶؍طلبہ

درجہ ششم:۱؍طالب علم

درجہ ہفتم:۱؍طالب علم

کل میزان: ۸؍طلبہ

تینوں داخلہ امتحانات میں جملہ ۲۲۳؍طلبہ و طالبات نے کامیابی حاصل کی۔ اللہ تعالی تمام ہی نو واردین کو دن دونی رات چوگنی ترقی فرمائے (آمین)

ناظم جامعہ کی تذکیر

۲۹؍جون ۲۰۱۹ء بروز دوشنبہ جامعہ کی مسجد میں بعد نماز مغرب ایک تذکیر ناظم جامعہ

جناب مولانا رحمت اللہ اثری فلاحی مدنی صاحب کی ہوئی، مولانا نے طلبہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ طلبہ اپنے اوقات کو ضائع نہ کریں، مطالعہ کا شوق پیدا کریں، وقت کو صحیح استعمال کریں، گپ شپ اور فضول کاموں میں وقت کو برباد نہ کریں، لائبریری سے بھر پور استفادہ کریں، نیک اور اچھے انسان بنیں، بری عادتوں سے پرہیز کریں۔

نگران اعلیٰ کی تذکیر

۳۰/جون ۲۰۱۹ء بروز یکشنبہ نگران اعلیٰ جناب مولانا اظہار فلاحی مدنی صاحب نے بورڈنگ میں مقیم طلبہ کو عہد نامہ کی تفہیم فرمائی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ جامعہ کے نظم وضبط کی پابندی کریں ،نماز با جماعت مسجد میں ادا کریں ۔مسبوقین میں شامل نہ ہوں ،مثالی طالب بنئے۔ بلا اجازت وضرورت جامعہ سے باہر مت جایئے اور اللہ سے دعا کرتے رہئے ،اللہ سے اپنے تعلق کو مضبوط کیجئے۔

'تربیتی کارگاہ' برائے معلمین ومعلمات

یکم تا ۴/جولائی ۲۰۱۹ء بروز دوشنبہ، سہ شنبہ، چہار شنبہ اور پنجم شنبہ جامعہ میں ایک تربیتی ورکشاپ برائے معلمین ومعلمات منعقد ہوا۔اس ورکشاپ کا مقصد یہ تھا کہ جامعہ میں جو تعلیمی وتربیتی نظام ہے اس کے بہتر نتائج حاصل ہوں ۔ یہ چہار روزہ ورکشاپ روزآنہ تین سیشن میں چلا ۔ پہلا سیشن صبح ۸/تا ۱۲/بجے تک اور دوسرا سیشن ۲ تا ۴ بج کر ۴۵/منٹ تک اور تیسرا سیشن مغرب تا عشاء تک چلتا تھا۔

اس ورکشاپ میں مندرجہ ذیل عنوانات پر لکچرز ہوئے:

(۱) خطبہ استقبالیہ: مولانا نعیم الدین اصلاحی صاحب

(۲) ورکشاپ کے اغراض ومقاصد: مولانا عبدالبراثری صاحب

(۳) طریقہ تدریس کی معرفت کی اہمیت: مولانا محمد طاہر مدنی صاحب

(۴) کلیدی خطبہ: پروفیسر عبدالباری مومن صاحب

(۵) نمونہ کا سبق (برائے رہنمائی): ڈاکٹر آفاق ندیم صاحب

(۶) جامعۃ الفلاح کا مطلوبہ نظام تربیت: پروفیسر عبید اللہ فہد فلاحی صاحب
(۷) تدریس میں نفسیات: ڈاکٹر آفاق ندیم صاحب
(۸) عملی سبق: ڈاکٹر آفاق ندیم صاحب
(۹) امتحانی پرچے کیسے سیٹ کریں: ڈاکٹر آفاق ندیم صاحب
(۱۰) غیر نصابی سرگرمیاں کیوں اور کیسے؟: پروفیسر عبدالباری مومن صاحب
(۱۱) زبان کیسے سکھائیں: ڈاکٹر آفاق ندیم صاحب
(۱۲) نمونہ کا سبق: ڈاکٹر جرار احمد صاحب
(۱۳) تدریسی مسائل اور ان کا حل: پروفیسر عبدالباری مومن صاحب
(۱۴) جدید طریقہ تدریس: ڈاکٹر محمود صدیقی صاحب
(۱۵) سائنس کیسے پڑھائیں؟: ڈاکٹر اخلاق احمد صاحب
(۱۶) سوالات و جوابات بنانے کا طریقہ: ڈاکٹر محمود صدیقی صاحب
(۱۷) امی سے ٹیچنگ مسائل اور حل: ڈاکٹر اخلاق احمد صاحب
(۱۸) سرپرستوں سے رابطہ مسائل اور حل: مولانا محمد طاہر مدنی صاحب
(۱۹) تعلیم و قیادت: ڈاکٹر سعود عالم قاسمی صاحب
(۲۰) جدید تعلیمی چیلنجیز اور ہماری ذمہ داریاں: ڈاکٹر سعود عالم قاسمی صاحب
(۲۱) شرارتی بچوں کو کیسے کنٹرول کیا جائے؟

یہ مذاکرہ ڈاکٹر محمود صدیقی صاحب کی صدارت میں ہوا۔اس مذاکرہ میں مندرجہ ذیل اساتذہ کرام نے شرکت کی:

(۱) مولانا محمد عمران فلاحی صاحب
(۲) ماسٹر شاہ نواز صاحب
(۳) مولانا محمد کمال الدین فلاحی صاحب
(۴) مولانا اخلاق احمد کریمی قاسمی ندوی صاحب
(۵) مولانا اظہار احمد فلاحی مدنی صاحب

دوسرا مذاکرہ ''طلبہ کی نفسیات'' ڈاکٹر محمود صدیقی صاحب کی صدارت میں ہوا ،اس مذاکرہ میں مندرجہ ذیل معلمین ومعلمات نے اظہار خیال کیا:

(۱) مولانا ولی اللہ مجید قاسمی صاحب

(۲) ماسٹر اقبال عالم صاحب

(۳) ماسٹر آفتاب عالم صاحب

(۴) ماسٹر حبیب احمد صاحب

(۵) ماسٹر شاہ عالم فلاحی صاحب

(۶) محترمہ صادقہ صاحبہ

نمونہ کے اسباق مندرجہ ذیل اساتذہ کرام نے پیش کئے:

(۱) اصول فقہ۔عربی پنجم	مولانا محمد طاہر مدنی صاحب
(۲) اصول فقہ۔عربی پنجم	مولانا اخلاق کریمی قاسمی ندوی صاحب
(۳) انگریزی ادب۔عربی پنجم	ماسٹر شاہ عالم فلاحی صاحب
(۴) صرف۔عربی اول	مولانا محمد عمران فلاحی صاحب
(۵) فرائض۔عربی ششم	مولانا محمد جمیل فلاحی صاحب
(۶) السمیر المہذب۔عربی دوم	مولانا عبدالرحمٰن ندوی صاحب

اس کے علاوہ ثانوی اور ابتدائی کے اساتذہ کرام نے بھی نمونہ کے اسباق پیش کئے۔

ورکشاپ کے آخری دن ایک ٹسٹ تمام اساتذہ کرام کا ہوا۔ اختتامی سیشن میں مندرجہ ذیل معلمین ومعلمات نے تاثرات پیش کیے:

(۱) مولانا محمد عمران فلاحی صاحب

(۲) محترمہ ساجدہ ابواللیث فلاحی صاحبہ

(۳) محترمہ صادقہ صاحبہ

(۴) محترمہ سلمیٰ جلیل صالحاتی صاحبہ

(۵) محترمہ صادقہ امین صاحبہ

(۶) قاری عبدالغفار قاسمی صاحب

(۷) ماسٹر شاہ عالم فلاحی صاحب

(۸) مولانا اخلاق احمد کریمی قاسمی ندوی صاحب

(۹) مولانا کمال الدین فلاحی صاحب

اس ورکشاپ میں تمام ہی معلمین ومعلمات کے ذمہ مندرجہ ذیل کام تھے:

(۱) زیر تدریسی نصابی کتب میں سے تین اسباق کی مکمل منصوبہ بندی (لیسن پلان کی شکل میں) تحریری طور پر لانا ہے۔

(۲) زیر تدریس نصابی کتب میں سے کسی دو سبق پر الگ الگ تعلیمی چارٹ تیار کر کے لانا ہے۔

(۳) زیر تدریس نصابی کتب میں سے ایک سبق کا ایک یونٹ نمونہ کے طور پر عملاً پڑھانا ہے۔

(۴) تحریری مذاکرہ بعنوان ''مشاہیر اساتذہ اوران کا طریقہ تعلیم وتربیت'' میں حصہ لینا ہے۔

اس عنوان کے تحت کسی متعینہ شخصیت پر دو صفحات فل اسکیپ کا مضمون لکھنا ہے اس میں بالخصوص ان کے تعلیمی وتدریسی طریقہ کا وخدمات کو اجاگر کرنا ہے۔

(۵) زیر تدریس نصابی کتب کی تدریس کی سالانہ منصوبہ بندی کا خاکہ تیار کر کے جمع کرنا ہے۔

(۶) تدریسی مسائل مرتب شکل میں تحریری طور پر جمع کرنا ہے۔

(۷) ورکشاپ کے دوران کسی قسم کی رخصت منظور نہیں کی جائے گی تمام شرکاء کو صبح آٹھ بجے سے عشاء تک ورکشاپ میں شریک رہنا ضروری ہے۔

اس ورکشاپ کے مقالہ نویسی اور تعلیمی چارٹ میں مندرجہ ذیل لوگوں نے پوزیشن حاصل کی۔

مڈل ایسٹ میں ملازمت کے خواہش مند حضرات کے لیے

ایک قابل اعتماد ادارہ

الہند فارن سروس ایجنسی

- اگر آپ میڈیکل لائن سے متعلق ہیں
- اگر آپ کوئی ہنر جانتے ہیں
- اگر آپ صرف پڑھے لکھے ہیں اور آپ کے پاس کوئی ہنر نہیں ہے
- اگر آپ کا کسی ہوٹل انڈسٹری سے تعلق ہے
- اگر آپ عام لیبر یا مزدور ہیں

تو آپ اپنے پاسپورٹ کی کاپی، فوٹو اور بائیوڈاٹا ہمیں بھیج دیجیے......اور

دیگر تفصیلات کے لیے ہماری اطلاع کا انتظار کیجیے۔

وكالة الهند للخدمات الأجنبية

AL-HIND FOREIGN SERVICE AGENCY

Registration No.: B-0376/DEL/PER/1000+/5/1263/1984

Head Off: No. 73, Main Road, Near SBI
Zakir Nagar, New Delhi-110 025 (India)
E-mail: info@al-hind.com

Ph : 0091 - 11 - 26983980, 26983981
0091 - 11 - 26988375 / 76
Fax : 0091 - 11 - 26983982

Web: www.al-hind.com

Branch Office: 38, G.F. Ashoka Shopping Complex, Near G.T. Hospital
L.T. Road, Mumbai - 400 001 (India)
Ph. : 0091-22-22652906 Fax: 0091 - 22 - 22652910

JARIDA HAYAT-E-NAU
July-2019

RNI No: DELURD/2015/65862
Vol. IV Issue-VII

انجمن ھاسٹل کی تعمیرمرحلہ بہ مرحلہ